Title - BAHARI TAQAT

Creator - Edward Cock

Publisher - N.A.

Date - N.A.

Pages - 50

Subjects - Mehekma Defence; Bahariyaat; Hukoomat Aama - Defence.

"ملکِ معظم کا بحری بیڑہ دنیا کے تمام ملکوں کے
بحری بیڑہ پر فوقیت رکھتا ہے خوبصورتی کے اعتبار
سے اسکے جہاز کثیر التعداد شاہی محل طاقت کے
لحاظ سے کثیر التعداد متحرک قلعے اور حفاظت کیلئے
ملک کی سب سے زبردست دفاعی دیواریں ہیں"

—— سر ایڈورڈ کوک

فہرست مضامین

فہرست تصاویر

(۱)

بحری طاقت کی اہمیت

بحری طاقت کی کیا اہمیت ہے اور اس سے جنگ پر کتنا اثر پڑ سکتا ہے۔ ایک سوال ہے جس کا جواب ایک جملہ میں نہیں دیا جا سکتا۔ بحری جنگ خشکی کی لڑائی سے مختلف ہے اور بحری بیڑہ کی اہمیت کا انحصار بہت کچھ زیر بحث ملک یا ممالک کے محلّ وقوع پر ہے۔ دنیا میں اکثریت ایسے ملکوں کی ہے جن کی سرحدیں خشکی پر ہیں۔ اُن میں سے ہر ملک پر اسکا ہمسایہ براہ خشکی حملہ کر سکتا ہے اور جنگ کے فیصلہ کا دارو مدار عموماً حملہ آور ملک کی فوجی طاقت پر ہوتا ہے لیکن جہاں تک بحری طاقت کا سوال ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ملک پر اس کا یکساں اثر پڑے۔ دنیا کے بعض ملک ایسے ہیں جو سمندر سے دُور واقع ہوئے ہیں اور انکا کوئی ساحل نہیں ہے۔ مثلاً افغانستان، سوئزرلینڈ، ہنگری وغیرہ۔ ان ممالک کے لئے بحری طاقت یا بحری بیڑہ کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ بعض ایسے ملک ہیں جن کا کچھ علاقہ سمندر کے کنارے واقع ہے۔ انکے لئے بحری طاقت کا سوال زیادہ تر انکے ساحل کے طول اور انکی سمندری تجارت پر منحصر ہے۔ رومانیہ کی صرف مشرقی سرحد ایک سمندر یعنی بحر اسود کے کنارے ہے لیکن اس کے لئے بحری طاقت اتنی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی جس قدر رومانیہ و روس کی سرحد کا مسئلہ اُسکے لئے اہم ہے۔ روس کا ساحل بھی کافی بڑا ہے مگر چونکہ خود ملک کے

اندر وہ تمام ضروری خام پیداوار مہیا ہوسکتی ہے جس کی آجکل ہر بڑی طاقت کو حاجت ہوتی ہے اسلئے روس کیواسطے بحری طاقت سے زیادہ اہم سوال فوجی طاقت کا ہے خصوصاً اس وجہ سے اور کہ اسکے مغرب میں جرمنی کی زبردست بڑی طاقت موجود ہے۔ اٹلی کا جتنا رقبہ ہے اسکے تناسب سے اسکا ساحل زیادہ لمبا واقع ہوا ہے۔ دوسرے اٹلی کو ۸۰ فیصدی خام پیداوار سمندر پار ممالک سے منگوانا ہوتی ہے اسکے لئے اُس کے واسطے سمندر اور بحری طاقت کی نہایت اہمیت ہے۔ اُن ملکوں کے لئے جو چاروں طرف پانی سے گھرے ہیں بحری طاقت سب کچھ ہے۔ برطانیہ اور جاپان دونوں جزیرے ہیں اس لئے بحری قوت اُنکا سب سے بڑا حربہ ہے۔ گو ریاستہائے متحدہ امریکہ کو جزیرہ نہیں کہا جاسکتا لیکن حقیقتاً انکی حیثیت جزیرہ کی ہے۔ انکے شمال میں برطانیہ کی نوآبادی کناڈا ہے اور چونکہ برطانیہ اور امریکہ میں لڑائی کا کوئی امکان نہیں رہتا ہے اسلئے امریکہ کو کناڈا سے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا۔ جنوب میں میکسیکو کی ریاست ہے مگر وہ امریکہ کے مقابلہ میں اسقدر کمزور ہے کہ اس طرف سے بھی امریکہ کو کوئی اندیشہ نہیں لاحق ہوسکتا۔ اب اگر اسے کسی طرف سے خطرہ ہے تو وہ اپنے دونوں ساحلوں کی طرف سے اُسکا ایک ساحل بحر اوقیانوس (اطلانٹک) پر واقع ہے اور دوسرا بحر الکاہل (پیسفک) کے کنارے۔ اس لئے امریکہ پر اگر حملہ ہوسکتا ہے تو صرف سمندر سے اور اسی وجہ سے بحری طاقت امریکہ کے لئے بھی تقریباً اتنی ہی اہم ہے جتنی دوسرے جزیروں کے لئے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جاپان کے برخلاف امریکہ میں اپنی ضروریات کے لئے بہت بڑی حد تک خام پیداوار

ملک کے اندر ہی مل جاتی ہے۔

البتہ جن ملکوں کے درمیان پانی حد فاصل نہیں ہے بلکہ ان کی سرحدیں دوسرے ملکوں سے ملی ہوئی ہیں اُنکے لئے بحری قوت سے زیادہ اہم بری قوت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی مشترک سرحد رکھنے والا ملک بحری طاقت کے اعتبار سے بہت زیادہ طاقتور ہو لیکن جنگ چھڑ جانے پر یہ بحری قوت اسکے کام نہ آئے۔ مثلاً فرانس کو ۱۸۷۰ء اور ۱۹۴۰ء میں جرمنی کے مقابلہ میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا حالانکہ ہر دو موقعوں اسکی بحری قوت کافی تھی اور بحری جنگ میں جرمنی، فرانس سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر روس کو سمندر میں شکست ہو جائے تو اسکی طاقت پر کوئی خاص اثر نہ پڑیگا۔ کیونکہ بحری شکست کے بعد بھی اسکی بری قوت بدستور قائم رہیگی اور جنگ جاری رکھنے کے لئے اسے بحری بیڑہ کی ضرورت نہ پڑیگی۔ روس کے برعکس برطانیہ، جاپان یا امریکہ کو اگر واقعی شکست دینا ہے تو پہلے اسکی بحری طاقت کو ختم کرنا ضروری ہے جبتک انکی بحری طاقت باقی ہے وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتے۔

(۲)

بحری جنگ کے مقاصد

اور

تکمیل مقاصد کے ذرائع

ہر ملک کے بحری بیڑہ کا مقصد سمندروں پر اپنا اقتدار اور غلبہ قائم رکھنا ہوتا ہے۔ اقتدار قائم رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ امن اور دوران جنگ میں اپنے تجارتی جہازوں کی آمد و رفت جاری رہے، اپنی فوجیں براہ سمندر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جا سکیں اور دشمن کے جہاز نہ خود سمندروں میں آزادی سے گھوم سکیں، نہ سمندر پار ممالک سے تجارتی مال لا سکیں اور نہ اپنے مخالف کے جہازوں کی نقل و حرکت روک سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں۔

(الف) ہر قسم کے جہازوں کی کثرت ہو تاکہ دشمن کے بحری بیڑہ کا پوری طرح سے مقابلہ کیا جا سکے اور اپنے جہازوں کی نقل و حرکت پر کوئی اثر نہ پڑنے پائے۔

(ب) مختلف سمندروں اور مختلف مقامات پر اپنے ملک کے بحری اڈے پائے جاتے ہوں جہاں تجارتی اور جنگی جہاز ٹھہر سکیں اور ضرورت پڑنے پر پناہ لے سکیں۔

(ج) تجارتی بیڑہ کافی ہو تاکہ قوم کی روزمرہ کی ضروریات پوری ہوتی رہیں،

ملک تک غلہ اور دیگر اشیاء درآمد آتی رہیں اور اشیاء برآمد کی تجارت کا سلسلہ قائم رہ سکے۔ نیز اگر تجارتی جہازوں کو دشمن اپنے غارتگر جہازوں کی مدد سے ڈبوتا رہے تو بھی اُن تجارتی جہازوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے نہ کوئی غیر معمولی نقصان محسوس ہونے پائے اور نہ اشیاء درآمد و برآمد میں خطرناک تنزل رونما ہو۔

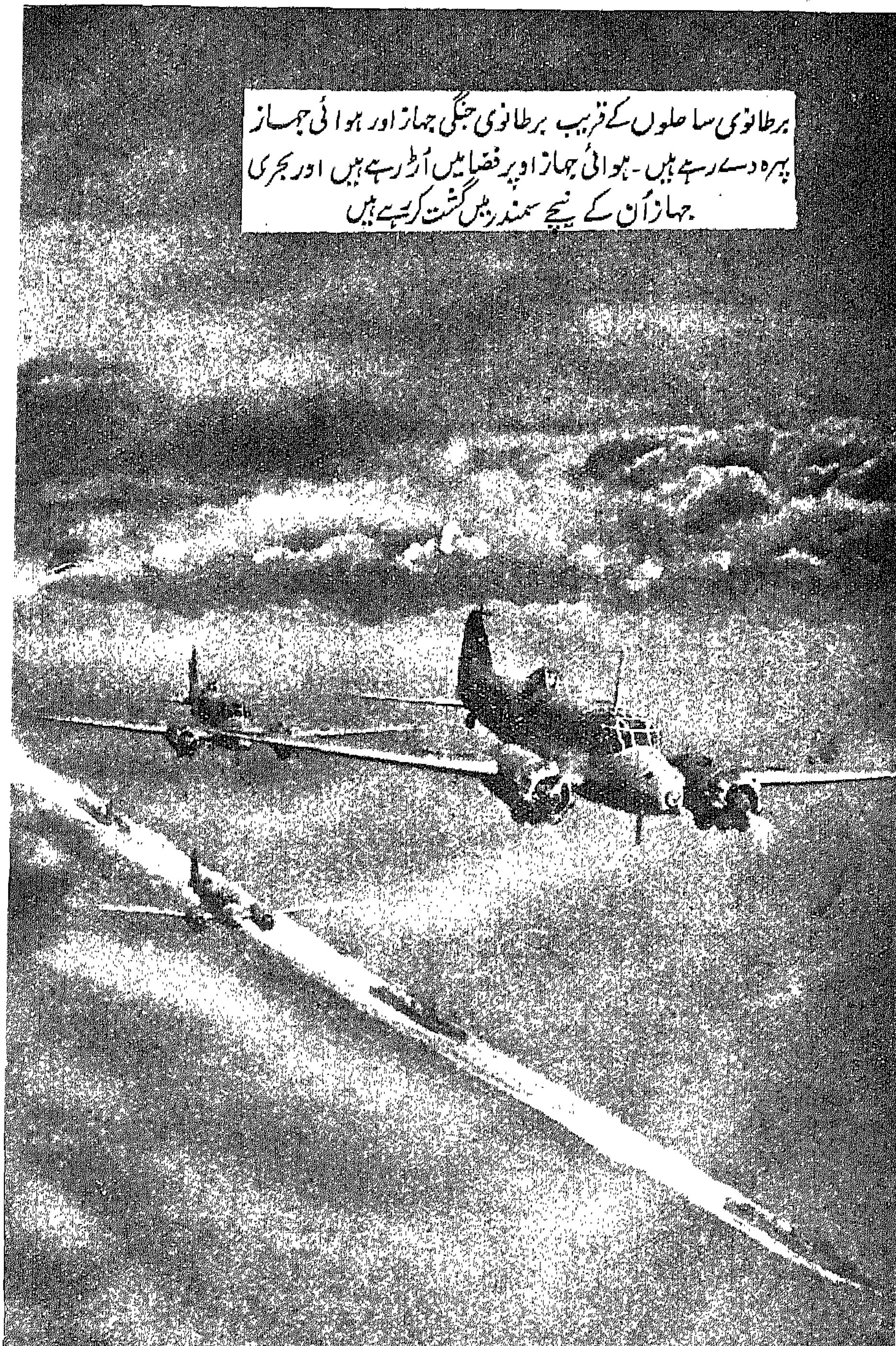
(د) ملک میں جہازسازی کے کارخانے کثرت سے ہوں تاکہ دوران جنگ میں دشمن کی سرگرمیوں سے جو جہاز غرقاب ہوں اُنکے بجائے نئے جہاز تیار ہوتے رہیں اور جن جہازوں کو نقصان پہونچ جائے اُنکی مرمت کیجا سکے۔

سمندروں پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے بحری بیڑہ کو دشمن کے جہازوں کے خلاف جارحانہ کارروائیاں بھی کرنی پڑتی ہیں اور جنگ چھڑ جانے پر اس کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمن کی اس تجارت کو جو سمندر کے راستہ سے ہوتی ہے فوراً مسدود کردے۔ تجارتی ناکہ بندی یا "بلاکیڈ" (Blockade) اسی کا نام ہے۔ یہ ناکہ بندی اس طرح کیجاتی ہے کہ سمندر میں دشمن کا جو تجارتی جہاز اپنے ملک کو آتا ہوا یا اپنے ملک سے کسی دوسرے ملک کو جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے اُسے جنگی جہازوں کی مدد سے روک لیا جاتا ہے اور بجائے اسکے کہ اُسے اُسکی منزل مقصود تک جانے دیا جائے اُس پر اور اسکے سارے مال و اسباب پر خود قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ اگر وہ جہاز لڑنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے غرقاب کر دیا جاتا ہے۔ اشیاء ممنوعہ کی نگرانی بھی اسی ناکہ بندی کا ایک جزو ہے۔ ہر متحارب ملک کے جنگی جہازوں کو حق ہے کہ سمندروں میں اگر کسی غیر جانبدار ملک کا ایسا جہاز

دکھائی پڑے جس میں دشمن کے ملک کے لئے ایسا سامان جا رہا ہو جو جنگ کیلئے کارآمد ہو تو یہ جنگی جہاز اس قسم کے سامان کو غیر جانبدار ملک کے جہاز سے اُتروا کر اس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

بین القومی قوانین کی رو سے متحارب ممالک پر بعض پابندیاں بھی عائد ہیں۔

اس قسم کے قوانین جنگ کا وجود ہر عہد میں رہا ہے البتہ انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقا کے ساتھ ساتھ ان میں اصلاحات ہوتی رہی ہیں کسی سلطنت کے سفیر کی جان و مال کی حفاظت، کنوؤں میں زہر ڈالنے سے احتراز کرنا اور اسی طرح سے دوسرے اخلاقی قوانین کا پرانے زمانہ سے احترام کیا جا رہا ہے۔ بتداد زمانہ اور ارتقائے تمدن کے ساتھ ان قوانین میں اضافہ ہوا اور یہ طے کیا گیا کہ جنگ کے دوران میں جہاں تک ہو سکے غیر جانبدار ممالک کے حقوق کی نگہبانی کی جائے اور بیگناہ شہریوں کو جو جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں حتی الامکان جنگ کی ہولناکیوں سے بچایا جائے۔ چنانچہ بحری جنگ کے سلسلہ میں بھی کئی قانون بنائے گئے۔ مثلاً غیر جانبدار ملک کے ساحل کے تین میل کے اندر متحارب ممالک بحری جنگ نہیں لڑ سکتے وغیرہ۔



برطانوی ساحلوں کے قریب برطانوی جنگی جہاز اور ہوائی جہاز
پہرہ دے رہے ہیں۔ ہوائی جہاز اوپر فضا میں اُڑ رہے ہیں اور بحری
جہاز اُن کے نیچے سمندر میں گشت کر رہے ہیں

(۴)

دوران جنگ میں بحری تجارت کے تحفظ کے طریقے

دوران جنگ میں بحری بیڑہ کا ایک اور اہم کام اپنے ملک کی بحری تجارت کی حفاظت کرنا ہے۔ اسکے تین طریقے ہیں۔

(۱) بندرگاہوں وغیرہ کے قریب جنگی جہازوں کا پہرہ تاکہ دشمن کے جنگی جہاز ملک کے تجارتی جہازوں پر حملہ نہ کرسکیں۔

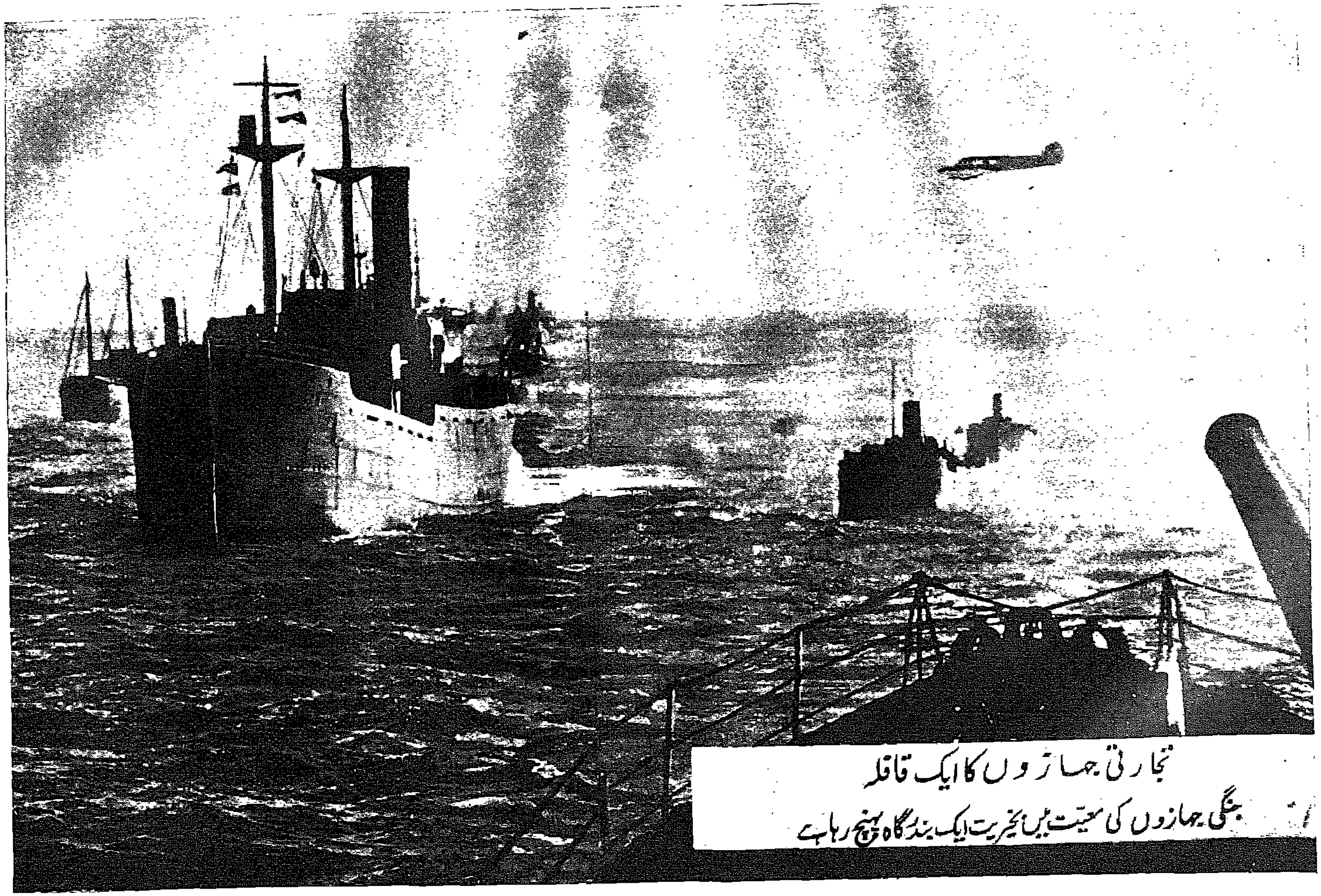
(۲) تجارتی جہازوں کے قافلہ کے ساتھ جنگی جہازوں کی ہمراہی تاکہ رستہ میں اُن تجارتی جہازوں پر دشمن کا حملہ نہ ہوسکے۔ اس طریقہ کو انگریزی میں "کنولے سسٹم" (Convoy System) کہتے ہیں۔

(۳) دشمن کے غارتگر جہازوں کا جو تجارتی جہازوں پر کھلے سمندروں میں حملہ کرتے رہتے ہیں سدباب کرنا۔

دشمن کے جہاز اکثر بندرگاہوں یا تنگ آبناؤں کے قریب اسلئے گھومتے رہتے ہیں کہ اگر فریق مخالف کا کوئی تجارتی جہاز اس طرف سے گذرے تو اسے روک لیا جائے۔ اس خطرہ کو دور کرنے کیلئے دوسرے فریق کے جنگی جہاز بھی ان گذرگاہوں کے قریب پہرہ دیا کرتے ہیں۔ آجکل آبدوزیں اور جنگی ہوائی جہاز حملہ کرنے اور حفاظت کرنے دونوں کا کام دیتے ہیں۔ گذشتہ جنگ میں چھوٹے جنگی جہازوں کا پہرہ مفید نہیں ثابت ہوا تھا کیونکہ اُس زمانہ میں آبدوزوں کا پتہ چلانے کے

طریقے نہیں معلوم تھے۔ چنانچہ آبدوزیں اپنا کام کر جاتیں اور چھوٹے جہاز انھیں روک نہ سکتے۔ لیکن موجودہ جنگ میں آبدوزوں کا پتہ چلانے کے کئی طریقے معلوم ہو چکے ہیں اس لئے بڑے جہازوں کے علاوہ چھوٹے جہاز بھی نگہبانی کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔

"کنوائے سسٹم" کا یہ فائدہ ہے کہ چونکہ تجارتی جہازوں کا ایک پورا قافلہ جنگی جہازوں کی معیت میں چلتا ہے اسلئے اس پر دشمن کے حملہ کا کم خطرہ رہتا ہے۔ لیکن اس طریقے سے نقصان بھی ہے۔ مثلاً قافلہ بنا کر ساتھ چلنے کیلئے تجارتی جہازوں کو ایک دوسرے کا منتظر رہنا پڑتا ہے جس میں وقت صرف ہوتا ہے۔ دوسرے اگر اتفاق سے راستہ میں دشمن کا ایسا بحری بیڑہ مل جائے جو تجارتی جہازوں کے قافلہ کے بدرقہ یعنی اس کے جنگی جہازوں سے زیادہ طاقتور ہو تو یہ یک وقت کئی تجارتی جہاز غارت ہو سکتے ہیں۔ تجارتی جہازوں کی محافظت کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ معمولی جنگی جہاز نہیں بلکہ کافی طاقتور جہاز ہمراہ ہوں کیونکہ انھیں راستہ میں دشمن کے معمولی جہازوں سے نہیں بلکہ طاقتور جہازوں سے مقابلہ کا ہر وقت خطرہ ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں سب سے پہلے ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے تجارتی جہازوں کے ساتھ بدرقہ کا انتظام کیا گیا تھا مگر چونکہ شروع میں بدرقہ کے جہاز معمولی طاقت کے جہاز ہوتے تھے اس لئے جرمنی کی آبدوزوں نے انھیں کافی نقصان پہونچایا۔ اس پر زیادہ طاقتور جہازوں کو تجارتی جہازوں کی نگرانی سپرد کی گئی۔ دشمن کے غارتگر جہازوں سے بچانے کے لئے تجارتی جہازوں کو مسلح بھی کر دیا جاتا ہے۔



تجارتی جہازوں کا ایک قافلہ
جنگی جہازوں کی معیت میں بخیریت ایک بندگاہ پہنچ رہا ہے

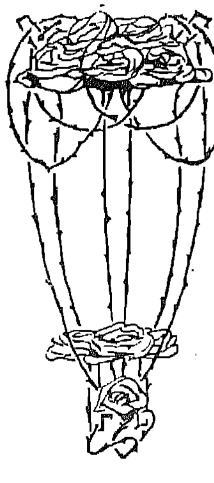
(۴)

غارتگر جہاز اور ان کے ذرایع رسل و رسائل

دشمن کے تجارتی جہازوں کو غارت کرنے والے جہازوں کا کام یہ ہے کہ وہ سمندروں میں برابر گھومتے رہیں اور فریق مخالف کے جہاز جہاں کہیں دکھائی پڑیں انھیں غرقاب کردیں۔ مگر سمندروں میں اس طرح مسلسل گشت کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ غارتگر جہاز کو پٹرول اور دوسرا سامان رسد برابر ملتا رہے۔ یہ سامان چار ذرایع سے حاصل ہوسکتا ہے۔ ایک تو اپنے ملک کے بندرگاہوں سے جہاں غارتگر جہاز وقتاً فوقتاً آتا رہے اور سامان رسد حاصل کرتا رہے۔ دوسرے اپنی نوآبادیوں کے بندرگاہوں سے۔ تیسرے غیر جانبدار ملک کے بندرگاہوں سے۔ چوتھا ذریعہ یہ ہے کہ جن جہازوں کو تباہ کیا جائے ان کا سامان حاصل کرلیا جائے۔

گذشتہ جنگ عظیم میں جرمنی کے غارتگر جہازوں کو اپنے ملک کے بندرگاہوں تک واپس آنے میں بہت دقت پڑتی تھی کیونکہ اُس زمانے میں فرانس کا مغربی ساحل جرمنی کے قبضہ میں نہ تھا اور اس کے جہازوں کو اپنے ملک تک پہنچنے کے لئے شمالی انگلستان کا چکّر لگانا پڑتا تھا جس میں وقت بھی کافی صرف ہوتا تھا اور برطانوی جنگی جہازوں سے مقابلہ کا خطرہ بھی زیادہ رہتا تھا مگر موجودہ جنگ میں جرمنی کے غارتگر جہاز اتنا طویل سفر کئے بغیر فرانس کے مغربی بندرگاہوں سے سامان رسد حاصل کرسکتے ہیں۔ پچھلی جنگ میں جرمنی کی نوآبادیوں میں بھی

کوئی ایسا خاص بندرگاہ نہ تھا جہاں سے جرمن جہازوں کو رسد مل سکتی اور اب کی مرتبہ تو جرمنی کے پاس کوئی نوآبادی ہی نہیں ہے۔ بین القومی قانون کی رو سے غیر جانبدار ملک کے بندرگاہوں سے متحارب ممالک کے غارتگر جہازوں کو سامان رسد نہیں مل سکتا۔ غیر جانبدار ملک کے بندرگاہ سے متحارب ملک کے تجارتی جہاز سامان تجارت تو لے سکتے ہیں لیکن یہ بندرگاہ اس غرض سے نہیں استعمال ہو سکتے کہ وہاں سے اپنے غارتگر جہازوں کی جنگی ضروریات پوری کی جائیں۔



(۵)

بحری بیڑہ کا استعمال حملہ کرنے کے لئے

کسی ملک پر بحری بیڑہ کی مدد سے حملہ کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو براہ راست جنگی جہازوں کی مدد سے فریق مخالف کے ملک میں اپنی فوجیں اُتارنے کی کوشش کرنا یا اس پر گولہ باری کرنا دوسرے دشمن کی بحری تجارت کو مسدود کرنے کی کوشش کرنا۔ اس طریق کار کا دوسرا نام تجارتی ناکہ بندی ہے۔

بحری جہازوں کی مدد سے براہ راست حملہ کرنے کے مسئلہ میں فوجی مبصرین کی رائے ہے کہ بحری طاقت کی اہمیت ساحل کے قریب پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے اور صرف بحری بیڑہ کی مدد سے کسی ملک پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نظریہ اس لحاظ سے ضرور صحیح ہے کہ صرف بحری بیڑہ کی مدد سے کسی ملک پر قبضہ نہیں ہو سکتا مگر یہ کہنا کہ بحری طاقت کی اہمیت صرف ساحل تک محدود ہے ایک حد تک صحیح نہیں ہے۔ اگر ایک ملک کا بحری بیڑہ اپنے فریق کے بحری بیڑہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ طاقتور ہے تو پہلے ملک کا بیڑہ دوسرے ملک کے اُس حصہ تک نقصان پہنچا سکتا ہے جہاں تک اُس کے جہازوں کی توپوں کی مار ہو۔ بحری جہازوں کی اس زد میں دوسرے ملک کے جو اہم مقامات یا کارخانے ہوں وہ بھی بہت بڑی حد تک تباہ ہو سکتے ہیں۔ بسا اوقات ملک کے اہم جنگی یا صنعتی مقامات ساحل کے اتنے قریب نہیں ہوتے کہ وہ دشمن کی توپوں کی زد میں آسکیں۔

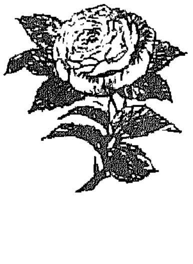
ایسی صورت میں بحری بیڑہ کی گولہ باری سے کسی ملک کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملک کا کوئی خاص شہر یا خاص کارخانے توپوں کی زد میں ہوں۔ اس وقت ملک کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچنے کا ضرور اندیشہ ہے۔ شاید یہ کہا جائے کہ دنیا میں بہت ہی کم ملک ایسے پائے جاتے ہوں گے جن کے اہم مقامات بحری بیڑہ کا نشانہ بن سکیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ متعدد ممالک ایسے ہیں جن کے اہم ترین شہر ساحل کے قریب واقع ہیں اور وہ سمندر ہی سے گولہ باری کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اکثر ملکوں خصوصاً یورپ کے کئی ملکوں کے دارالحکومت سمندر کے کنارے واقع ہیں مثلاً برطانیہ کا دارالسلطنت لندن، اٹلی کا دارالحکومت روم، ڈنمارک کا دارالحکومت کوپن ہیگن، ناروے کا دارالسلطنت آسلو، سوئڈن کا دارالحکومت اسٹاک ہوم وغیرہ۔ ان میں سے ہر ملک کے لئے خطرہ ہے کہ اگر فریق مخالف کے پاس کافی طاقتور بحری بیڑہ ہے اور اپنے پاس اس کے مقابلہ کا انتظام نہیں ہے تو دشمن دارالحکومت پر گولہ باری کر کے اسے تباہ کر سکتا ہے اور اس تباہی کا حکومت اور عوام دونوں پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں اس قسم کی گولہ باری کے دو واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

۱۸۰۱ء میں جب کہ نپولین قریب قریب سارے یورپ پر قبضہ کر چکا تھا اور یورپ کا ہر ملک بزور شمشیر اس کے اقتصادی نظام میں اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ برطانیہ تک یورپ کا کوئی سامان نہیں آنے پاتا تھا، برطانیہ کا مشہور امیر البحر نلسن اپنے جنگی جہازوں کو لیکر ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن کی طرف

بڑھا۔ مقصد یہ تھا کہ حکومت ڈنمارک کو برطانیہ کے ساتھ اپنی تجارت شروع کرنے پر مجبور کیا جائے۔ دارالحکومت کی حفاظت کے لئے ساحلی توپیں نصب تھیں مگر نلسن نے پہلے اپنی زبردست بحری توپوں سے ان ساحلی توپوں کو بیکار کیا پھر ڈنمارک کے جہازوں اور کوپن ہیگن کی عمارتوں اور کارخانوں کو اپنی گولہ باری کا نشانہ بنانا چاہا۔ جب حکومت ڈنمارک نے یہ دیکھا کہ اس گولہ باری سے دارالسلطنت کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو اس نے نلسن کی پیش کردہ تمام شرائط قبول کرلیں۔

اسی طرح کا ایک واقعہ گذشتہ جنگ عظیم میں ہوا۔ ۱۹۱۶ء تک یونان یہ فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ وہ جنگ میں کس فریق کا ساتھ دے۔ شاہ یونان اور ان کی فوج جرمنی کی حمایت پر کمربستہ نظر آتی تھی۔ ملک کے سیاسی لیڈر ایم وینزلا کے پیرو اتحادیوں کے خیرخواہ تھے اور ان کی مدد سے یونان کے مغربی بندرگاہ سالونیکا پر اتحادی فوجوں نے قبضہ بھی کرلیا تھا۔ مگر یونانی فوجیں سالونیکا کی اتحادی فوجوں سے تعداد میں زیادہ تھیں اور خطرہ تھا کہ اگر ان فوجوں نے اتحادی افواج پر حملہ کردیا تو موخرالذکر کو شکست ہوجائے گی۔ لیکن عین موقع پر اتحادیوں کا بحری بیڑہ کام آیا۔ وہ یونان کے دارالسلطنت ایتھنس کے سامنے پہنچا اور اس پر گولہ باری کے لئے تیار ہوگیا۔ شاہ یونان کے پاس اس گولہ باری کے جواب دینے کا کوئی ذریعہ نہ تھا چنانچہ شاہی فوجیں سالونیکا کی طرف اس ڈر سے نہ بڑھیں کہ اتحادی بیڑہ کہیں ایتھنس پر گولہ باری نہ شروع کردے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتحادی فوجیں بدستور سالونیکا میں موجود رہیں۔
کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں واقعات مستثنیات میں سے ہیں۔ لیکن مختلف ملکوں

اور ان کے دارالحکومتوں کے جائے وقوع دیکھ کر یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ متذکرہ بالا واقعات کا اعادہ دوسری جگہوں پر بھی ممکن ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ جنگی جہازوں کی گولہ باری ہر موقع پر وہی اثر نہیں دکھا سکتی ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ آج کل ہر ملک کے ساحلوں پر توپیں نصب کر دی جاتی ہیں۔ اگر یہ توپیں کافی طاقتور اور کثرت سے ہیں تو ان کی گولہ باری کے سامنے کوئی بحری جہاز ساحل کے قریب نہیں آسکتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر کسی ملک کے دارالحکومت پر گولہ باری کی جائے تو اس ملک کی تاب مقاومت ہی ختم ہو جائے۔ ۱۸۱۴ء میں برطانیہ نے ریاستہائے امریکہ کا دارالحکومت جلا دیا تھا مگر اس سے امریکہ نے ہتھیار نہیں ڈال دیئے۔



(٦)

ناکہ بندی

بحری حملہ کا دوسرا طریقہ دشمن کی تجارتی ناکہ بندی کرنا ہے۔ تجارتی ناکہ بندی بھی مختلف ممالک کے لئے مختلف اہمیت رکھتی ہے۔ جن ممالک کا دار و مدار بحری تجارت پر ہے ان کی اگر ناکہ بندی ہو جائے اور باہر سے ان کے پاس مال نہ آئے تو یہ حالت ملک کے لئے بہت جلد ناقابل برداشت ہو جائے گی اور اسے ہتھیار ڈال دینا پڑیں گے۔ البتہ ان ممالک پر جہاں قریب قریب ساری ضروریات زندگی ملک کے اندر ہی مہیا ہو سکتی ہے ناکہ بندی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑ سکتا۔ مثلاً گو ریاستہائے متحدہ امریکہ کے لئے سمندر بہت اہم چیز ہے لیکن اگر اس کی ناکہ بندی کر دی جائے تو یہ چیز اس کی حالت پر زیادہ اثر نہ ہوگی کیونکہ خود ملک کے اندر غلہ اور خام پیداوار کثرت سے ہے۔ روس کی بھی یہی حالت ہے۔ البتہ جرمنی کے لئے ناکہ بندی بہت مُضر ہے اور اٹلی کے لئے جرمنی سے بھی زیادہ کیونکہ اٹلی کو ۸۰ فیصدی خام پیداوار باہر سے منگوانا پڑتا ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم میں جرمنی کی چاروں طرف سے ناکہ بندی کر لی گئی تھی۔ اسے نہ خشکی سے کوئی سامان مل سکتا تھا اور نہ سمندر کے راستہ سے۔ اس کے مشرق مغرب اور جنوب میں جو ممالک تھے قریب قریب سب سے اس کی لڑائی تھی۔ روس مشرق میں اس سے جنگ کر رہا تھا، اٹلی جنوب میں اور فرانس مغرب میں۔ آسٹریا، بلغاریہ اور ترکی ضرور اس کے حلیف تھے لیکن ایک تو خود ان کے خلاف

ناکہ بندی جاری تھی دوسرے وہ بھی جنگ کے ایک فریق تھے۔ اس لئے انھیں جو کچھ ملتا بھی تھا وہ انھیں کی ضروریات سے بچ نہیں سکتا تھا۔ ہاں اگر جرمنی کو کچھ سامان مل جاتا تھا تو بحر بالٹک کی طرف سے۔

غرض اس ناکہ بندی کا اثر یہ ہوا کہ جرمنی تک سمندر پار سے تجارتی سامان اور دیگر خام پیداوار آنا بند ہوگئی اور بالآخر جرمنی کی اقتصادی پریشانیاں اس کی شکست کا ایک باعث بنیں۔

موجودہ جنگ میں جرمنی اور روس کے معاہدہ کی وجہ سے مقدم الذکر کو کافی فائدہ پہنچا۔ لیکن روس سے جنگ چھڑ جانے کے بعد اب اسے مشرق کی طرف سے نہ غلّہ مل سکتا ہے نہ دیگر خام پیداوار۔ موجودہ جنگ میں مشینی آلات حرب کے کثرت استعمال کی وجہ سے جرمنی کو ایک اور چیز (تیل) کی سخت ضرورت درپیش ہوگئی ہے۔ جرمنی میں تیل نہیں پایا جاتا۔ اس لئے اس نے کوئلہ سے نقلی تیل بنانا شروع کیا۔ لیکن یہ تیل اس کے لئے قطعًا ناکافی ہے۔ رومانیا اور روس کے تیل نے اس کی یہ ضرورت ایک حد تک پوری کردی تھی مگر روس سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے اب جرمنی کو روسی تیل نہیں مل سکتا۔ جرمنی کی فتوحات کے نتیجہ میں اُسے اپنے مقبوضہ ممالک سے بھی تھوڑا بہت تیل اور کچھ خام پیداوار کا ذخیرہ مل گیا تھا لیکن اول تو ان ممالک کی خام پیداوار سے جرمنی کی ضروریات پوری نہیں ہوسکتیں دوسرے یورپ کے متعدد ممالک فتح کرلینے سے اس کی دشواریوں میں کچھ اضافہ بھی ہوگیا ہے۔ جب تک یہ ممالک غیر جانبدار تھے جرمنی کو ان کی وساطت سے کچھ سامان ملتا رہتا تھا لیکن جب سے وہ جرمنی کے قبضہ میں



برطانوی ہوائی جہاز
ایک جرمن تیل بردار
جہاز کو بم مار کر غرقاب
کر رہا ہے

آئے ایک تو خود ان ملکوں کو باہر سے سامان آنا بند ہو گیا دوسرے جرمنی پر اسلئے وہاں کے باشندوں کو غذا بہم پہونچانے کا بار پڑ گیا۔ جرمنی کی یہ حالت برطانیہ کی بحری طاقت کی بدولت ہے۔ سمندروں پر برطانیہ کا غلبہ ہے اور سمندر پار کے کسی ملک سے جرمنی تک مال نہیں آنے پاتا۔ گذشتہ جنگ میں جرمنی اس صورت حال کا مقابلہ نہیں کر سکا تھا اور اب کی بھی جرمنی پر اس کا جلد یا بدیر اثر پڑنا لازمی ہے ۔

(۷)

بحری طاقت اور ملکی مدافعت

بحری بیڑہ صرف جارحانہ کارروائیوں کے لئے نہیں استعمال ہوتا بلکہ ملکی مدافعت کے لئے بھی وہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے خصوصاً ان ممالک کی حفاظت کے لئے جو چاروں طرف پانی سے گھرے ہیں بحری طاقت اہم ترین حربہ ہے۔ جزائر برطانیہ کو غیر ملکی حملوں سے بچاتے ہیں۔ بحری بیڑہ نے جو حصہ لیا ہے اور لے رہا ہے وہ ظاہر ہے اور ۱۹۱۴ء میں شاہ جارج پنجم نے بالکل صحیح کہا تھا کہ خطرہ کے زمانہ میں بحری بیڑہ ہمیشہ برطانیہ کی سب سے بہتر سپر ثابت ہوا ہے۔ انگلستان نے شاہ ہنری ہفتم کے زمانہ سے اپنا بحری بیڑہ بنانا شروع کیا تھا۔ اس زمانہ سے اس وقت تک برطانیہ پر کئی مرتبہ حملہ کی کوشش کی گئی مگر اس کے بحری بیڑہ کی وجہ سے ہر حملہ ناکام رہا اور برطانوی جہازوں نے اگر ایک طرف دشمن کی کوششوں کو بارآور نہیں ہونے دیا تو دوسری طرف دنیا کے ہر گوشہ سے اپنے ملک کی تجارت کا سلسلہ قائم رکھا۔

انگلستان پر حملہ کی جتنی کوششیں کی گئیں ان میں جنگی تیاریوں کے لحاظ سے اسپین کے آرمیڈا کا حملہ بہت اہم ہے۔ یہ واقعہ ملکہ الزبیتھ کے زمانہ کا ہے۔ اسپین نے انگلستان پر حملہ کرنے کے لئے ایک زبردست بحری بیڑہ روانہ کیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ بیڑہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوگا لیکن قبل اس کے کہ

انگلستان پر حملہ ہو سکے، حملہ آور بحری بیڑہ کا کچھ حصہ تو طوفان میں تباہ ہو گیا کچھ انگریزی جہازوں نے برباد کر دیا اور باقی بے سروسامانی کے عالم میں وطن واپس ہوا۔ جنگ ہفت سالہ کے دوران میں فرانسیسیوں نے بھی انگلستان پر حملہ کرنے کے لئے ایک بیڑہ تیار کیا تھا مگر پھر کوئی حملہ نہ ہو سکا۔ نپولین نے اپنے عہد میں برطانیہ پر بحری حملہ کرنے کا منصوبہ سوچا تھا مگر برطانیہ کے زبردست بحری بیڑہ کی وجہ سے وہ منصوبہ جامۂ عمل نہیں پہن سکا۔ انیسویں صدی میں اور بھی کئی مرتبہ برطانیہ کو بحری طاقت کی مدد سے شکست دینے کی کوششیں کی گئیں مگر برطانیہ کے بحری بیڑہ نے ہر مرتبہ ملک کی حفاظت کی۔ گذشتہ جنگ عظیم میں بھی یہ خطرہ تھا کہ کہیں جرمنی براہ سمندر برطانیہ میں فوجیں اتارنے کی کوشش نہ کرے مگر برطانیہ کے زبردست بحری بیڑہ کی وجہ سے جرمن فوج کو کبھی اس کی ہمت نہ ہوئی۔

ان مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی ملک کے پاس مخالف کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور بحری بیڑہ ہے تو اس کا دشمن اس کے خلاف بحری حملہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ برّی فوج کے مقابلہ میں بحری فوج کے لئے آدمیوں کی بھی کم ضرورت پڑتی ہے۔ اور بحری بیڑہ کے دس آدمی برّی فوج کے سو آدمیوں کے برابر کام کرتے ہیں۔ نپولین کے زمانہ میں برطانیہ کی آبادی تقریباً ایک کروڑ تھی اور فرانس کی تقریباً پونے تین کروڑ۔ برطانیہ کے بحری بیڑہ میں ڈیڑھ لاکھ آدمی تھے اور نپولین کی فوج میں دس لاکھ سپاہی تھے مگر برطانیہ کے ان ڈیڑھ لاکھ آدمیوں نے فرانس کے دس لاکھ سپاہیوں کو اس کا موقع نہ دیا کہ وہ سرزمین برطانیہ کو فتح کر سکیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں برطانوی بحری بیڑہ میں ۵ لاکھ آدمی تھے۔

ان کے مقابلہ میں جرمن فوج کے سپاہیوں کی تعداد ایک کروڑ تھی مگر ۶ لاکھ آدمی ایک کروڑ جرمن سپاہیوں کو یورپ سے باہر نکلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔
نپولین نے ایک مرتبہ دعویٰ کیا کہ سمندر پر خشکی سے غلبہ حاصل کیا جائے گا اور اس دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس نے برطانیہ کی بحری ناکہ بندی کا جواب خشکی کی ناکہ بندی سے دینا چاہا۔ چونکہ سارا یورپ اس کا مطیع تھا اس لئے اسنے ۱۹۱۶ء میں یہ حکم دیدیا کہ یورپ کے کسی ملک اور برطانیہ سے کوئی تجارت نہ ہونے پائے اور برطانیہ تک یورپ کی کوئی پیداوار یا مصنوعات نہ جانے پائیں۔ یہ اقتصادی جنگ پانچ برس تک جاری رہی مگر آخر میں خود یورپ ہی کے ملک اس سے گھبرا گئے اور سب سے پہلے روس نے اعلان کیا کہ وہ اس طرز عمل کو زیادہ عرصہ تک جاری نہیں رکھ سکتا۔ روس کی اس گستاخی کا بدلہ لینے کے لئے نپولین اس کی طرف بڑھا مگر شدید سردی اور دیگر اسباب کی بناء پر اس کا یہ حملہ ناکام رہا اور وہیں سے اس کا زوال شروع ہوگیا۔ امریکہ کے مشہور بحری مبصر مہان کے بقول یہ برطانیہ کی بحری طاقت تھی جو نپولین کے زوال کا باعث بنی۔



(۸)

بحری طاقت پر فضائی طاقت کا اثر

موجودہ جنگ میں فضائی طاقت کے کارنامے دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فضائی بیڑہ نے بحری طاقت پر کہاں تک اثر ڈالا اور کیا فضائی طاقت کے مقابلہ میں اب بھی بحری طاقت کی وہی اہمیت ہے جو پہلے تھی؟ اس میں شک نہیں کہ ہوائی جہازوں نے موجودہ جنگ میں غیر معمولی حصہ لیا ہے بلکہ اکثر موقعوں پر تو انھوں نے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا ہے مثلاً پولینڈ اور یونان کی لڑائی میں جرمن ہوائی جہازوں کی کثرت اور ان کی شدید بمباری نے دوسرے فریق کی فوجوں کو سخت ترین نقصان پہونچایا۔ ہوائی جہاز صرف بری فوج کے لئے نہیں بلکہ بحری بیڑہ کے لئے بھی مضر ثابت ہوئے ہیں اور آبدوزوں کے ساتھ انھوں نے بحری جہازوں کو غرقاب کرنے میں کافی حصہ لیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ بحری جہاز ہوائی جہازوں کے سامنے بیکار ہیں اور دشمن کے ہوائی جہازوں کی موجودگی میں بحری بیڑہ کوئی مفید خدمت نہیں انجام دے سکتا۔

جہاں تک سامان تجارت اور سامان جنگ ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کا تعلق ہے، ہوائی جہاز یہ کام نہیں کر سکتے اور ہمیں لامحالہ اس مسئلہ میں بحری جہازوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بحری جہازوں کی اس خصوصیت کی وجہ

سے ایک ملک کو ہوائی جہازوں سے ایک حد تک بے نیاز ہوسکتا ہے لیکن بحری جہازوں سے وہ استغنا نہیں برت سکتا۔ بحری جہازوں کی یہ اہمیت دوران جنگ میں اور بڑھ جاتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک ملک جہاں غلّہ اور خام پیداوار کی کمی ہے کسی دوسرے ملک سے مصروف پیکار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اُس فریق کو سخت نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے جس کے پاس ہوائی جہاز تو کثرت سے ہیں مگر بحری بیڑہ زیادہ طاقتور نہیں ہے۔ ہوائی جہازوں کی یہ کثرت اس موقع پر اُس کے کام نہیں آسکتی۔ کیونکہ وہ اپنے ہوائی جہازوں کی مدد سے دشمن کے تجارتی اور جنگی جہازوں کی ایک کثیر تعداد کو غرقاب ضرور کر سکتا ہے مگر ان غرقابیوں سے اُسے وہ غلّہ اور خام پیداوار نہیں مل سکتی جس کی اسے ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اس امر کے کہ جرمنی اپنے ہوائی جہازوں اور آبدوزوں کی مدد سے برطانیہ کے جہازوں کو ڈبو رہا ہے لیکن چونکہ برطانیہ کے پاس ایک اچھا بحری بیڑہ موجود ہے اس لئے برطانوی جہازوں کی غرقابیوں نے ملک میں ابھی تک غلّہ یا خام پیداوار کی کمی نہیں پیدا ہونے دی ہے۔ جرمن ہوائی جہازوں نے اپنی بمباریوں سے برطانیہ کے بحری جنگی جہازوں کی نقل و حرکت پر بھی کوئی خاص اثر نہیں ڈالا ہے۔ ڈنکرک کے واقعہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فضائی بمباری کے باوجود بحری جہاز اپنا کام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ۱۹۴۰ء میں ڈنکرک کے بندرگاہ کا تخلیہ ہو رہا تھا جرمن ہوائی جہاز انتہائی شدت سے برطانوی جہازوں پر گولہ باری کر رہے تھے۔ اس وقت برطانوی ہوائی جہازوں وغیرہ کے لئے اتنا موقع نہ تھا کہ وہ جرمن

ہوائی جہازوں کا مقابلہ کر سکیں۔ برطانوی بحری جہاز نہایت اطمینان سے جرمن بمباریوں کا نشانہ بنائے جا سکتے تھے لیکن اس ناسازگار ماحول کے باوجود برطانوی بحری جہازوں نے پونے چار لاکھ برطانوی فوج کو نہایت سلامتی کے ساتھ انگلستان پہونچادیا، اور جرمنی کے ہوائی جہاز انھیں اپنا کام کرنے سے نہ روک سکے۔

غرض ہوائی جہازوں سے بحری جہازوں کو نقصان پہونچنے کا ضرور اندیشہ ہے لیکن اس سے ان کی نقل و حرکت میں کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہو سکتا۔ بحری جہازوں کو جو اہمیت پہلے تھی وہ اب بھی انھیں حاصل ہے، اور موجودہ جنگ کی کامیابی اور ناکامیابی بہت حد تک بحری بیڑہ پر منحصر ہے۔

(۹)

جزیرۂ قریطا اور جزائر برطانیہ

اس موقع پر ہمارا ذہن قریط کے معرکہ کیطرف منتقل ہوتا ہے۔ اُوپر کہا گیا ہے کہ جزائر برطانیہ پر حملہ کرنے کی کئی مرتبہ کوششیں کی گئیں مگر برطانیہ کے زبردست بحری بیڑہ کیوجہ سے کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوسکا۔ یہاں پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جزیرۂ قریط پر ہوائی جہازوں کے ذریعہ جرمنی کا قبضہ ہوجانا اس امر کا ثبوت ہے کہ ایک زبردست بحری بیڑہ کی موجودگی میں بھی ہوائی طاقت اُن ملکوں کو بھی زیر کرسکتی ہے جن کے چاروں طرف پانی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ جزیرۂ قریط کی فتح ہوائی طاقت کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے مگر یہ واقعہ مستثنیات میں سے ہے اور جزیرۂ قریط پر جزائر برطانیہ کا قیاس نہیں جاسکتا۔

جزیرۂ قریط پر حملہ کرتے وقت جرمنی کو بہت سی آسانیاں تھیں جو برطانیہ کو میسر نہ تھیں۔ جرمنی اُسوقت یونان پر قبضہ کرچکا تھا۔ یونان کے جنوبی فضائی مستقروں سے قریط تک تقریباً ۱۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔ جرمن ہوائی جہاز فاصلہ کی نزدیکی کی وجہ سے اطمینان سے اپنے مستقروں سے قریط تک آجاسکتے تھے لیکن برطانوی جہازوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ مصر سے تین چار سو میل کا فاصلہ طے کرکے قریط تک آئیں، جرمن ہوائی جہازوں سے لڑیں اور سلامتی سے واپس چلے جائیں۔ انھیں اندیشہ تھا کہ اتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد لڑنے سے کہیں ان کا

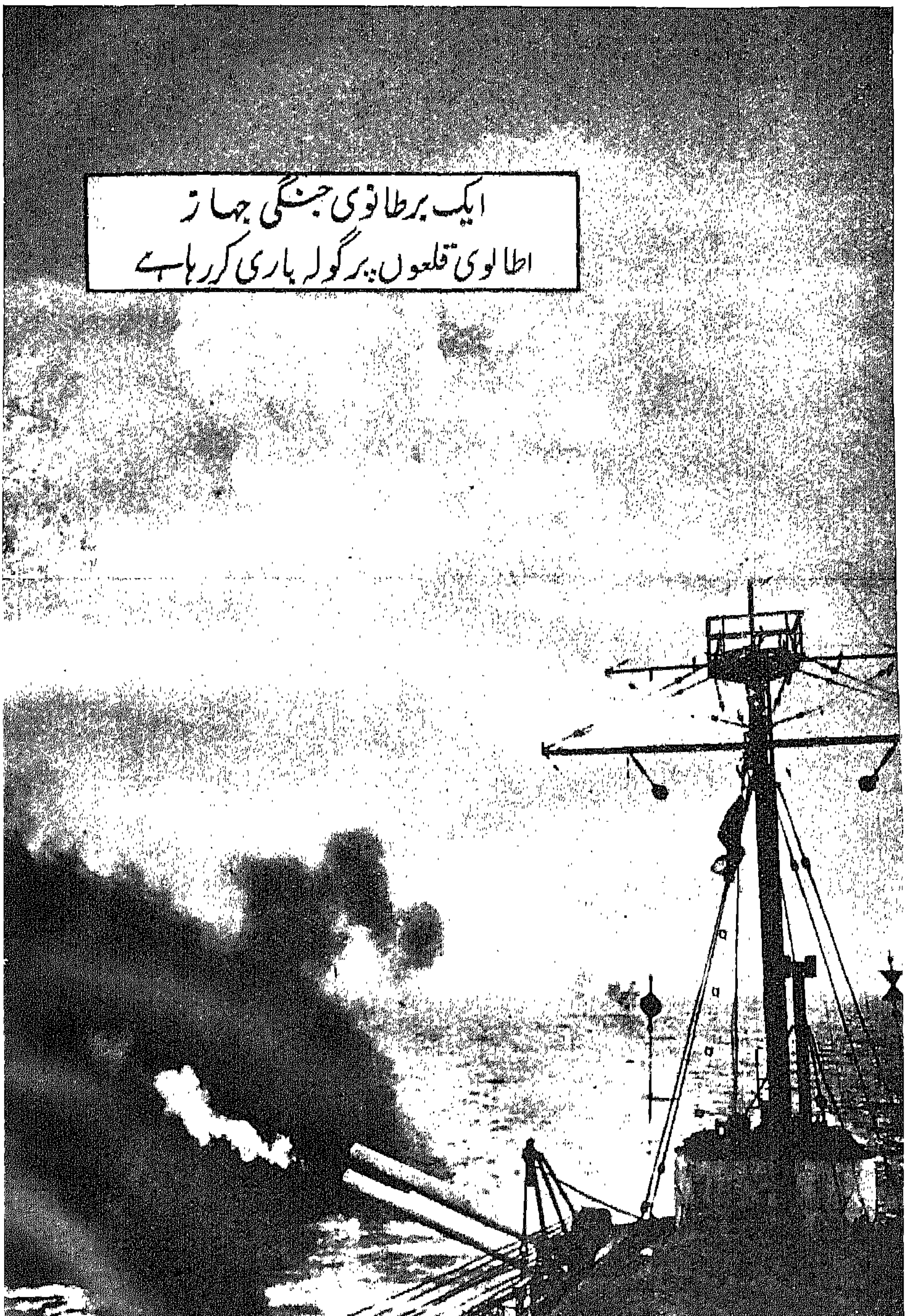
تیل دوران جنگ ہی میں نہ ختم ہو جائے۔ برطانیہ کی اس کمزوری سے جرمن ہوائی جہازوں کو قریط میں اپنی فوجیں اُتارنے کا موقع مل گیا۔

قریط کے معرکہ میں برطانیہ کے دوسرے کمزور پہلو یہ تھے کہ جزیرہ میں فضائی اڈّوں کی تعداد کافی نہ تھی اور سلسلۂ رسل و رسائل کا بھی معقول انتظام نہ تھا۔ جو چند فضائی اڈّے تھے وہ جرمن ہوائی جہازوں نے جلد ہی برباد کردئے اور پھر برطانوی ہوائی جہازوں کو ایسے مقامات نہ مل سکے جہاں وہ اپنے فضائی مستقر بنا سکیں۔ سلسلۂ رسل و رسائل کی خرابی کیوجہ سے قریط میں ہوائی جہاز سے اُترنے والے جرمن سپاہیوں کی سرگرمیاں بھی نہ روکی جاسکیں۔ اگر جرمن سپاہی قریط کے کسی ایک مقام پر اُترتے تھے تو انکا مقابلہ کرنے کیلئے دوسرے مقام سے برطانوی یا یونانی سپاہی جلد نہیں بھیجے جاسکتے تھے۔ اس خرابی کیوجہ سے جرمن سپاہی جزیرہ کے مختلف مقامات پر اُتر پڑے مگر انکے مقابلہ کے لئے کافی فوجیں نہیں پہونچ سکیں اور انھیں جزیرہ میں اپنے قدم جمانے کا پورا موقع مل گیا۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ برطانیہ کے بحری بیڑہ نے اس موقع پر کیا کام دکھایا اور برطانوی بحری بیڑہ کی موجودگی میں قریط تک جرمن کمک کیسے پہونچ سکی؟ جہاں تک برطانیہ کے بحری بیڑہ کا سوال ہے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ اُس سے جس امر کی توقع کیجا سکتی تھی وہ اس نے پوری کی۔ قریط اور یونان کے مابین سمندر کی ایک پتلی پٹی ہے۔ اس محدود علاقہ میں برطانیہ کے بحری جہازوں کا گھومنا خطرہ سے خالی نہ تھا مگر برطانوی جہاز پھر بھی وہاں گشت

لگاتے رہے اور جرمنی، نیز اٹلی کے جہازوں نے براہ سمندر قریط تک کمک پہونچانے کی جتنی کوششیں کیں وہ سب ناکام ثابت ہوئیں اور برطانوی جہازوں نے محوری طاقتوں کے متعدد جہاز جن میں سامان رسد یا سپاہی تھے غرقاب کردئے۔

بہر حال جرمنی بذریعہ ہوائی جہاز اگر برطانیہ میں اپنی فوجیں اُتارنا چاہے تو اسے وہاں بالکل مختلف صورت حال کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ اندازہ ہے کہ جرمنی زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ ہزار یا ایک لاکھ پیراشوٹسٹ برطانیہ میں اُتار سکتا ہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب بھی ہوگیا تو اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا برطانیہ میں اسوقت بیس لاکھ سے زیادہ منظم اور مسلح فوج موجود ہے جسکے مقابلہ میں جرمنی کے ساٹھ ہزار یا ایک لاکھ سپاہی کچھ نہیں کرسکتے۔ برطانوی فوج کے علاوہ ملک میں مختلف امدادی جماعتیں قائم ہیں، پیراشوٹسٹ کی نگرانی کرنے والے دستے موجود ہیں اور اسی طرح کے دوسرے انتظامات ہیں جن کے ہوتے ہوئے اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ جرمن سپاہی برطانیہ میں اُتریں اور کسی کو انکی آمد کا علم نہ ہوسکے یا انکا مقابلہ نہ کیا جاسکے۔ سلسلہ رسل ورسائل کے معقول انتظام کیوجہ سے ضرورت پڑنے پر برطانیہ کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک فوج کی ایک کثیر تعداد کم سے کم وقت میں بھیجی جاسکتی ہے اور قریط کی طرح برطانیہ میں جرمن سپاہیوں کو کہیں قبضہ کرنے کا موقع نہیں ملسکتا۔ رہ گیا بحری بیڑہ کی مدد سے انگلستان پر حملہ کرنا سو جرمنی کا بحری بیڑہ اس قابل نہیں کہ وہ برطانیہ کے بحری بیڑہ کو شکست دے سکے۔



ایک برطانوی جنگی جہاز
اطالوی قلعوں پر گولہ باری کر رہا ہے

(۱۰)

جرمنی کا طریقۂ جنگ

بحری جنگ میں جرمنی اگر برطانیہ کا مقابلہ کر سکتا ہے تو صرف آبدوزوں کی مدد سے۔ صلحنامہ وارسائی اور ۱۹۳۵ء کے بحری معاہدہ کی رو سے جرمنی پر جنگی جہاز بنانے کے سلسلہ میں کئی پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں اور وہ وزنی جہاز نہیں تیار کر سکتا تھا۔ چنانچہ جرمنی کے امیر البحر ریڈر نے اس کمی کو آبدوزوں اور غارتگر جہازوں یا کروزروں سے پوری کرنا چاہا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ ہٹلر نے اسکی رائے سے کامل اتفاق نہیں کیا اور ہٹلر ہی کے اصرار پر شارن ہورٹ نائی سنا بسمارک اور ٹرپز نامی بڑے جنگی جہاز بنائے گئے تاکہ انھیں تجارتی جہازوں کو غارت کرنے کیلئے استعمال کیا جا سکے۔ لیکن واقعات نے ہٹلر کی توقعات پوری نہ کیں۔ اُس نے جنگ چھڑنے کی صورت میں برطانیہ کے بحری بیڑہ کا مقابلہ کرنے کیلئے بمبار ہوائی جہازوں پر بھروسہ کیا تھا اور کروزروں (چھوٹے جنگی جہاز) کے مقابلہ میں بڑے جنگی جہازوں کو ترجیح دی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک یکہ و تنہا جنگی جہاز کھلے سمندر میں دشمن کے تجارتی جہازوں کو غارت کرنے کے لئے بوجوہ ذیل موزوں نہیں ہے۔

(۱) تجارتی جہازوں کو تباہ کرنے کے لئے بڑا جنگی جہاز اور کروزر دونوں برابر ہیں۔

(۲) اگر غارتگری کے دوران میں جنگی جہاز تباہ ہو جائے تو کروزر کی تباہی

کے مقابلہ میں جنگی جہاز کی تباہی، مالی اور اخلاقی دونوں اعتبار سے زیادہ نقصان رساں ہے۔

(۳) جنگی جہاز کو تجارتی جہازوں کی غارتگری کے لئے استعمال کرنا ایسا ہی ہے جیساکہ ایک اسٹیم رولر کو باغ کی گھاس برابر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ کھلے سمندر میں ایک بڑے جنگی جہاز کا اکیلے گھومنا شطرنج کی بازی میں وزیر کو پیدلوں کے سامنے رکھ دینا ہے۔ ایسی صورت میں فریق مخالف کے چھوٹے جہازوں کو اُسے تباہ کر دینے کا بہت موقع مل سکتا ہے۔

موجودہ جنگ نے حسب بالا وجوہ کی معقولیت بھی ثابت کر دی ہے۔ سب سے پہلے (دسمبر ۱۹۳۹ء میں) جرمنی کا ایک جیبی جنگی جہاز "گراف اسپے" جنوبی امریکہ کے ساحل کے پاس برطانوی کروزروں کا شکار ہوا۔ پھر جنگ ناروے کے دوران میں شارن ہورٹ کو ناروک کے قریب ایک برطانوی جنگی جہاز "رناؤن" سے سخت نقصان پہونچا۔ "بلوشر" نامی بھاری کروزر بھی اسی سلسلہ میں تباہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد شارن ہورٹ کی مرمت کر لی گئی اور وہ مع نائیسنا کے بحر اوقیانوس میں غارتگری کے لئے نکلا مگر برطانوی جنگی جہازوں سے مجروح ہوجانے کے بعد دونوں پھر فرانس کے بندرگاہ ٹرسٹ میں واپس آگئے۔ جرمنی کے جدید ترین جہاز "بسمارک" کو بھی غارتگری کے لئے سمندر میں لایا گیا تھا۔ مگر ایک ہی ہفتہ کے اندر برطانوی جہازوں نے اسے بھی غرقاب کر دیا۔ یہ سانحے جرمنی کے بحری بیڑہ کے لئے بہت سخت ہیں اور انھوں نے جرمنی کے بڑے جنگی جہازوں کی طاقت کو بہت کمزور کر دیا ہے۔

(۱۱)

بحر اوقیانوس کی جنگ

بحر اوقیانوس (یا بحر اطلانٹک) وہ وسیع سمندر ہے جو شمال میں برفانی خطہ (Arctic Circle) سے شروع ہوتا ہے اور خط استوا پار کرتا ہوا انتہائی جنوب تک پہونچتا ہے۔ اس کے مشرق میں مغربی یورپ اور افریقہ کے ساحل ہیں اور مغرب میں شمالی و جنوبی امریکہ کے ساحل۔ شمال سے جنوب تک اس کا طول ۹۰۴۳۰ میل ہے اور کم سے کم عرض (ڈاکر سے پرنامبکو تک) ۱۵۰۰ میل ہے۔ انگلستان کے بندرگاہ ساؤتھیمپٹن سے نیویارک تک یہی عرض ۱۹۰۲ میل اور کیڈز سے جزائر غرب الہند تک ۶۰۰ میل ہے۔

جب سے نئی دنیا یعنی امریکہ کا پتہ چلا اور ہندوستان تک راس امید کی طرف سے جانے کا راستہ دریافت ہوا بحر اوقیانوس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور آج کل یورپ اور افریقہ سے امریکہ کی تجارت اسی سمندر سے ہوتی ہے۔

برطانیہ کی ذمہ داریاں۔ اس سمندر میں برطانیہ کی دو ذمہ داریاں ہیں۔ ایک تو دشمن کے جہازوں کو بحر اوقیانوس کے راستوں پر نہ چلنے دینا دوسرے اپنے جہازوں کے لئے سارا سمندر صاف رکھنا اور ان کی آمد و رفت میں کوئی خلل نہ پیدا ہونے دینا۔

جہاں تک دشمن کے تجارتی جہازوں کی آمد و رفت کے سدباب کا سوال ہے برطانیہ اس میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوا ہے۔ محوری طاقتوں

کے تجارتی جہازوں کے لئے بحر اوقیانوس کی گذرگاہیں بند ہیں۔ امریکہ سے اٹلی یا جرمنی کی تجارت مسدود ہو چکی ہے۔ جنگ چھڑنے پر محوری طاقتوں کے جو جہاز امریکہ کے بندرگاہوں میں تھے ان میں سے ۸۰ جہازوں پر ریاستہائے متحدہ امریکہ نے قبضہ کر لیا ہے اور بہت سے جنوبی امریکہ کی حکومتوں نے استعمال کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ بعض جہازوں نے برطانیہ کی ناکہ بندی سے بچ کر اپنے ملکوں تک پہونچنا چاہا مگر اس میں انھیں ۹۰ فیصدی ناکامی ہوئی۔

لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ بحر اوقیانوس میں برطانوی جہازوں کی آمدورفت میں کوئی خلل نہ پیدا ہونے پائے اور یہی وہ چیز ہے جس کے لئے اس سمندر میں دنیا کا عظیم ترین بحری معرکہ جاری ہے۔ برطانیہ چاہتا ہے کہ بحر اوقیانوس کے راستے اس کے تجارتی جہازوں کے لئے کھلے رہیں۔ کیونکہ اسے غلہ، تیل، سامان جنگ اور دیگر تجارتی سامان بحر اوقیانوس کے مغرب یعنی امریکہ اور کناڈا سے حاصل ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ اسے اپنی تجارت کا سلسلہ قائم رکھنے اور اکثر چیزوں کا معاوضہ دینے کے لئے اپنے ملک کی مصنوعات بھی وہاں تک بھیجنا ضروری ہے۔ اس کے برعکس جرمنی چاہتا ہے کہ برطانیہ کا کوئی تجارتی جہاز بحر اوقیانوس کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک نہ جاسکے تاکہ برطانیہ کو نہ غلہ مل سکے اور نہ سامان جنگ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ اُسے بالآخر ہتھیار ڈالدینا پڑیں۔

جرمنی کی بحری سرگرمیاں

اس مقصد کے حصول کے لئے جرمنی کے پاس اب کے مقابلہ میں پہلے کم ذرائع تھے۔ فرانس کی شکست سے قبل جرمنی کے بحری مرکز بحر اوقیانوس سے دور

جرمنی ہی کے ساحل پر واقع تھے اور وہیں اس کے فضائی مرکز بھی تھے۔ لیکن فرانس کی شکست کے بعد جرمنی کی آبدوزیں نہ صرف تعداد میں زیادہ ہوگئی ہیں بلکہ اب بحر اوقیانوس کے مغرب میں فرانسیسی بندرگاہوں کو اپنا مرکز بنا کر آسانی سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتی ہیں۔ جرمنی کے فضائی مرکز بھی بحر اوقیانوس سے ملے ہوئے ہیں اور گذشتہ جنگ کے خلاف اب اسے صرف برطانیہ کے جہازوں کا مقابلہ کرنا ہے کیونکہ فرانس ہتھیار ڈال چکا ہے اور اٹلی جرمنی کے ساتھ ہے۔ ان حالات میں جرمنی کو بحر اوقیانوس کی جنگ جاری رکھنے میں کافی سہولتیں ہیں اور وہ حسب ذیل آلات حرب کی مدد سے برطانیہ کی جہازرانی پر حملہ کر رہا ہے۔

(۱) آبدوز ــــ بڑی آبدوزیں جو سمندر میں دور تک جا سکیں جلد جلد نہیں طیار ہو سکتیں۔ چھوٹی ساحلی آبدوزیں جن کا وزن ۵۰۰ ٹن تک ہوتا ہے زیادہ آسانی سے طیار ہو جاتی ہیں اور ان کا عملہ بھی کم ہوتا ہے۔ ان آبدوزوں کے تباہ ہو جانے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا بڑی آبدوزوں کی غرقابی سے ہوتا ہے۔ یہ آبدوزیں فرانس کے بندرگاہ برسٹ اور لاوریاں سے بحر اوقیانوس میں ۵۰۰ میل تک جا سکتی ہیں اور برطانیہ کے مغربی داخلوں کی نگرانی کر سکتی ہیں۔

(۲) سرنگیں ــــ سرنگیں دو قسموں کی ہوتی ہیں۔ ایک معمولی اور ایک مقناطیسی۔ معمولی سرنگ اس وقت پھٹتی ہے جب وہ کسی جہاز سے ٹکراتی ہے۔ مقناطیسی سرنگ جب جہاز کے لوہے کے حصہ سے کچھ دور ہوتی ہے تب ہی پھٹ جاتی ہے۔ سرنگیں چھچھلے پانی میں ڈالی جاتی ہیں جہاں وہ ایک جگہ پڑی رہیں۔ اگر انھیں گہرے پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ ایک جگہ نہیں رہ سکتیں بلکہ سمندر کی لہریں انھیں دور دراز

مقامات تک بہائے جا سکتی ہیں۔ اس سے ان کی جگہ کا تعین نہیں ہو سکتا اور پھر وہ اپنے اور دشمن دونوں کے جہازوں کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتی ہیں۔

(۳) غارتگر جہاز ــــ ان جہازوں کا دائرہ عمل سرنگوں سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ وہ سمندر میں ہر جگہ گھوم سکتے ہیں اور تجارتی جہاز جہاں بھی دکھائی پڑیں انھیں غارت کر سکتے ہیں۔ ان جہازوں کی رفتار اور طاقت آبدوزوں سے زیادہ ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ اپنے مرکز سے دور رہ کر غارتگری کرتے ہیں اسلئے ان کو تیل اور دیگر سامان رسد مہیا کرنے کے لئے دوسرے جہازوں کی امداد کی حاجت ہوتی ہے۔ اگر کسی غارتگر جہاز کا امدادی جہاز تباہ کر دیا جائے تو غارتگر جہاز اکیلا سمندروں میں نہیں گھوم سکتا اور ایسی صورت میں اسے اپنے مرکز کی طرف بھاگنا پڑیگا۔

(۴) موٹر تارپیڈو بوٹ ــــ یہ ایک قسم کی تباہ کن کشتی ہوتی ہیں جو اپنے ساحل کے قریب رہ کر غارتگری کرتی ہے۔

(۵) ہوائی جہاز ــــ بمبار ہوائی جہاز دو طرح سے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ لمبی اڑان والے جہاز سمندروں پر دور تک پرواز کر سکتے ہیں اور اگر انھیں کہیں دشمن کے تجارتی جہاز دکھائی پڑتے ہیں تو وہ اس پر بمباری کرتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے جہازوں کی چونکہ رفتار بہت تیز ہوتی ہے اس لئے ان کو ٹھیک نشانہ لگانے میں دقت ہوتی ہے۔ غوطہ خور بمبار ہوائی جہاز دشمن کے بحری جہاز کے بالکل قریب آ کر بم پھینک سکتے ہیں مگر ان کی اڑان زیادہ نہیں ہوتی۔

ہوائی جہازوں سے بندرگاہوں پر بھی حملہ کیا جاتا ہے۔ جرمن اسکیم یہ ہے کہ اول تو برطانوی جہازوں کو سمندروں ہی میں غارت کر دیا جائے ورنہ برطانوی

بندرگاہوں پر جہاں برطانوی جہاز جرمن غارتگروں وغیرہ سے بچ کر پہونچ جائیں بمباری کی جائے تاکہ برطانوی جہازوں کو کہیں ٹھہرنے اور سامان تجارت اتارنے کی جگہ نہ ملے۔

برطانیہ کی مدافعتی کارروائیاں۔ جرمنی کے ان حملوں کے جواب میں برطانیہ نے حسب ذیل مدافعتی کارروائیاں شروع کی ہیں۔

(۱) کنوائے سسٹم یا تجارتی قافلے۔ برطانوی جہاز اب اکیلے نہیں بلکہ کئی تجارتی جہازوں کے ساتھ مل کر سفر کرتے ہیں اور محافظت کے لئے ان کے ساتھ جنگی تباہ کن جہاز ہمراہ کر دئے جاتے ہیں۔ اگر تجارتی قافلہ کے ساتھ کافی تعداد میں جنگی جہاز ہمراہ ہوں تو اس قافلہ پر حملہ کرنا دشوار ہے۔

(۲) سرنگ شکن جہاز۔ جرمنی جن جن مقامات پر خصوصاً برطانوی بندرگاہوں کے قرب و جوار میں جو سرنگیں ڈالتا ہے برطانیہ کے سرنگ شکن جہاز ان سرنگوں کو مسلسل گشت کر کے تباہ کرتے رہتے ہیں۔

(۳) جنگی جہاز۔ جرمنی کے غارتگر جہازوں کا مقابلہ کرنے اور ان کو تباہ کرنے کے لئے برطانیہ کے ہر قسم کے جنگی جہاز مثلاً کروزر وغیرہ سمندروں میں برابر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ جرمنی کے پاس غارتگر جہازوں کی تعداد بہت کم ہے اور برطانیہ نے اپنے بحری بیڑہ کی مدد سے اس قسم کے کئی جہازوں کو اس وقت تک تباہ کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں جرمنی کے مشہور جیبی جنگی جہاز "گراف اسپے" کی غارتگری کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

یہ جہاز دس ہزار ٹن کا تھا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی اور بہت اچھی طرح سے مسلح بھی تھا۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں برطانیہ کے تین کروزروں نے جو گراف



اسپی سے کم طاقتور تھے امریکہ کے ساحل کے پاس اس کا تعاقب کیا اور اپنی گولہ باری سے اسے تباہ کر دیا۔

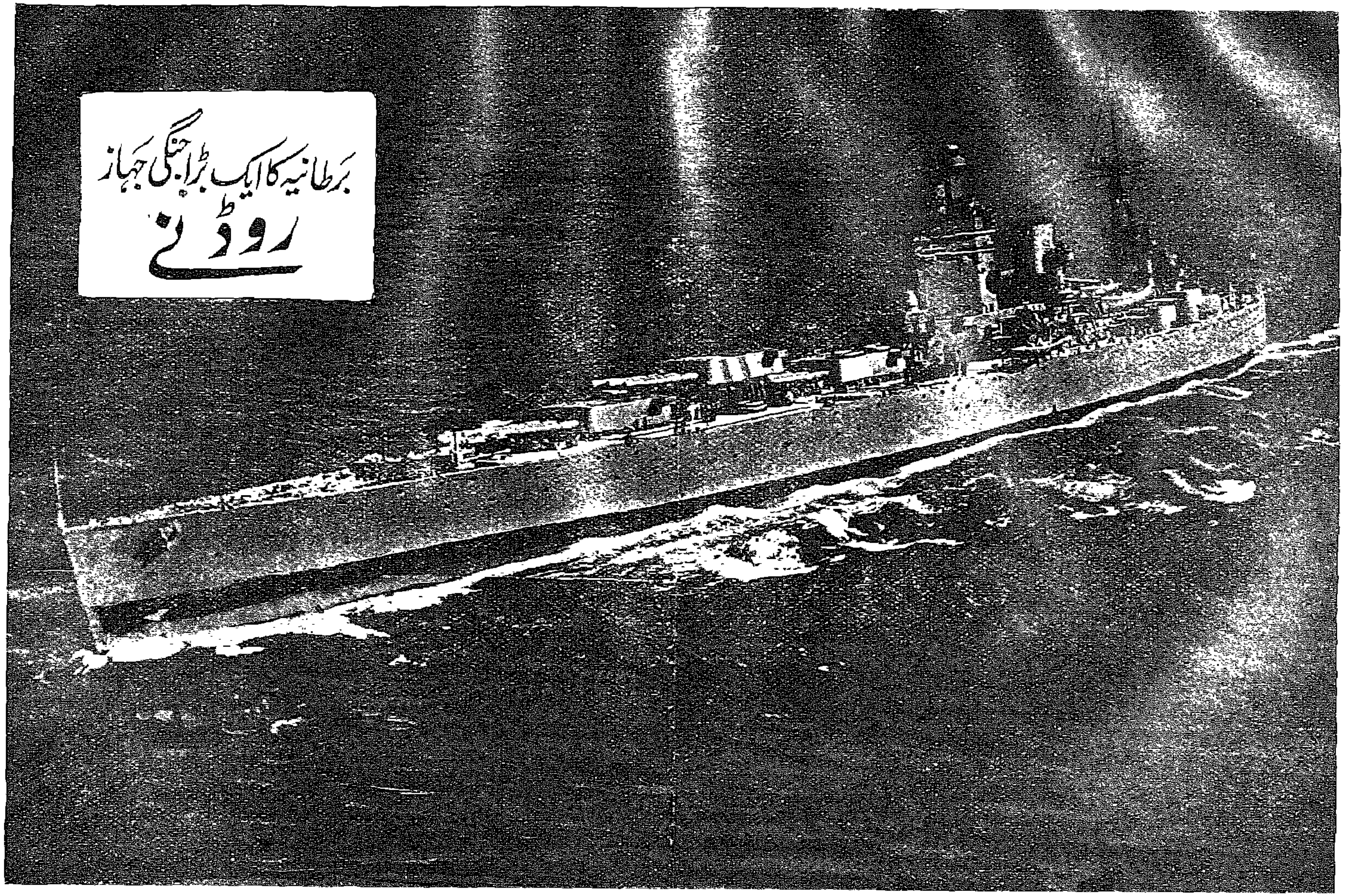
(۴) ہوائی جہاز ـــ برطانیہ کے جنگی ہوائی جہاز جرمن بمبار ہوائی جہازوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ساحلی ہوائی جہازوں کا بیڑہ ساحل کے قریب تجارتی جہازوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اکثر جہاز دور دور تک اڑتے رہتے ہیں اور جرمنی کے جنگی جہازوں کا پتہ لگاتے رہتے ہیں۔ برطانیہ کے بحری بیڑہ کے پاس ایک علیحدہ فضائی بیڑہ ہے جس کے ہوائی جہاز بحری افسروں کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اُن کا کام دشمن کے بحری جہازوں کی نقل وحرکت کا پتہ لگانا اور اُن پر بمباری کرنا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا جب برطانیہ کے ہوائی جہازوں نے جرمن کے زبردست جنگی جہاز بسمارک کو تباہ کرنے میں خاص حصہ لیا تھا۔ تجارتی جہازوں اور دوسرے جہازوں پر طیارہ شکن توپیں بھی نصب کر دی جاتی ہیں جو دشمن کے ہوائی جہازوں کو مار گراتی ہیں۔ بندرگاہوں میں بھی طیارہ شکن توپوں کا معقول انتظام کر لیا گیا ہے جن کی وجہ سے جرمن ہوائی جہاز بہت بلندی پر رہتے ہیں اور نیچے نہیں آسکتے۔ بلندی پر رہنے کی وجہ سے جرمن ہوائی جہازوں کا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ برسٹل، پلائی ماؤتھ، لورپول وغیرہ میں جرمنوں نے جو بمباری کی اس سے بندرگاہوں کو تو کم نقصان پہونچا البتہ رہائشی مکانات زیادہ تباہ ہوئے۔ بندرگاہوں سے سامان جلد ہٹانے کے بھی انتظامات کئے گئے ہیں تاکہ تجارتی سامان زیادہ عرصہ تک بمباری کا نشانہ نہ بن سکے اور اسے محفوظ مقامات پر بھیج دیا جائے۔

امریکہ کی امداد

برطانیہ کی ان جوابی کارروائیوں کے علاوہ امریکہ کی گرانقدر امداد بحر اوقیانوس کی جنگ میں برطانیہ کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ امریکہ نے اس سلسلہ میں کئی کارروائیاں کی ہیں۔ (۱) اس نے گرین لینڈ اور آئس لینڈ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ امریکہ سے برطانیہ تک ہوائی جہاز وغیرہ بھیجنے میں یہ دونوں مقامات ایک دور دراز سفر کی دو منزلوں کا کام دیتے ہیں۔ امریکہ اگر ہوائی جہاز برطانیہ تک بھیجنا چاہے تو یہ ضروری نہیں کہ انھیں کسی بحری جہاز پر رکھ کر بھیجے۔ اب یہ ہوائی جہاز گرین لینڈ اور آئس لینڈ میں ٹھہرتے ہوئے خود ہی برطانیہ تک پہونچ سکتے ہیں۔

(۲) امریکہ کے گشتی جہاز نصف بحر اوقیانوس تک گھومتے ہیں اور صدر امریکہ نے انھیں ہدایت کر دی ہے کہ اگر وہ کسی جرمن غارتگر جہاز کو دیکھیں تو برطانوی بحری بیڑہ کو اس کی موجودگی کی فوراً اطلاع دیدیں۔ (۳) امریکہ نے اپنے کئی جنگی جہاز برطانیہ کو دیدئے ہیں اور ہوائی جہاز بھی برابر دے رہا ہے۔ یہ امریکہ ہی کا ایک ہوائی جہاز تھا جس نے سب سے پہلے جرمن جہاز "بسمارک" کا پتہ لگایا تھا۔ (۴) برطانیہ کے ٹوٹے ہوئے جہازوں کی مرمت بھی اب امریکہ کے بندرگاہوں میں ہو سکتی ہے جہاں جرمن بمباروں کی رسائی نہیں ہے۔ (۵) امریکہ نے خود جہاز سازی کا ایک زبردست پروگرام تیار کیا ہے جس پر تیزی سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔ امریکہ اس طرح سے جو مزید جہاز تیار کریگا ان سے برطانیہ کو بھی فائدہ پہونچیگا۔

غرض یہ ہے بحر اوقیانوس کی جنگ جس کا فیصلہ گو ابھی نہیں ہوا ہے لیکن جس کے نتائج کے متعلق ابھی سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔


برطانیہ کا ایک بڑا جنگی جہاز
روڈنی

(۱۲)

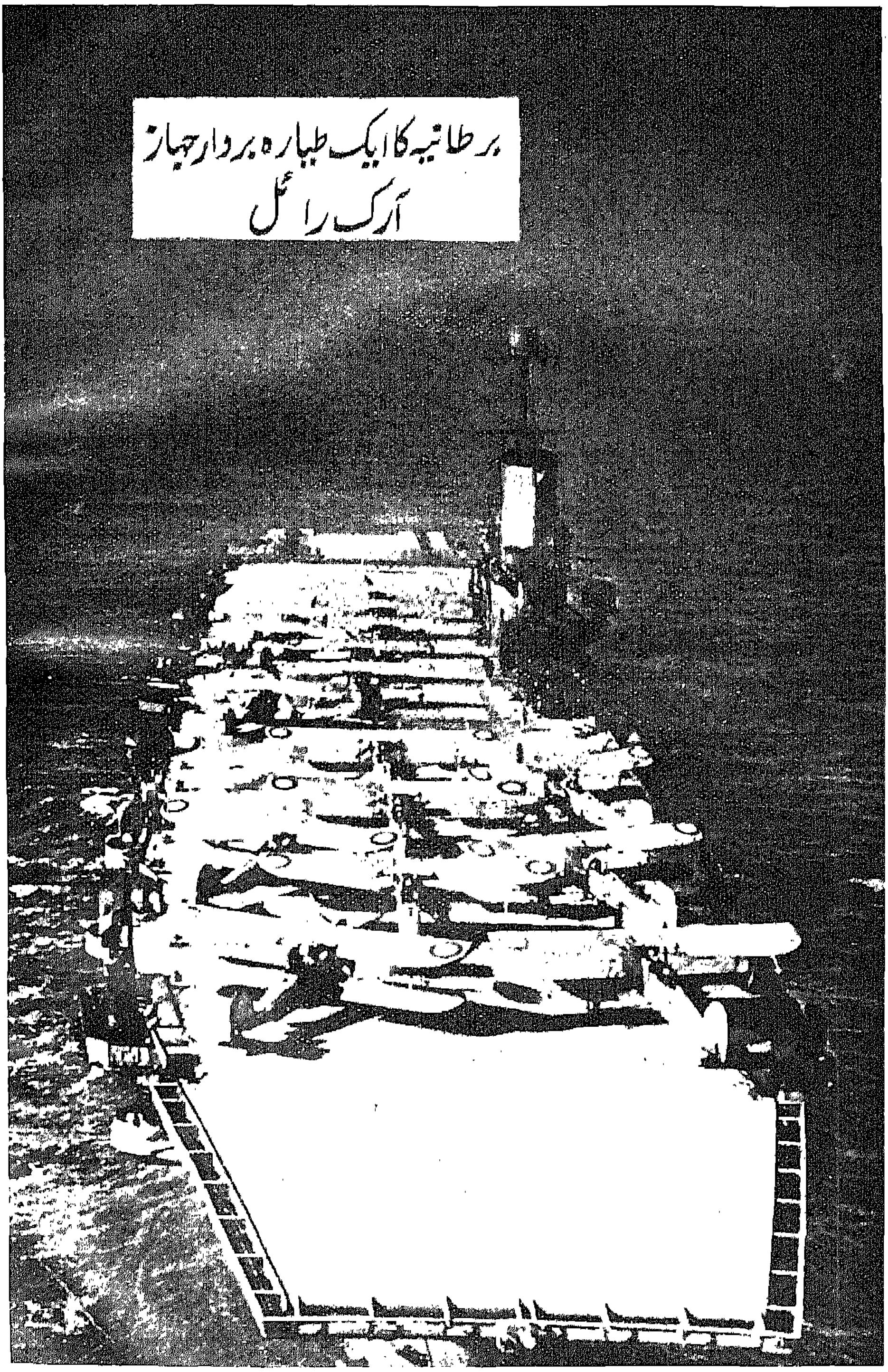
بحرالکاہل

بحرالکاہل مشرقی ایشیا اور امریکہ کے بیچ میں واقع ہے۔ یہ نہایت وسیع سمندر ہے جس کا رقبہ تمام دنیا کی خشکی سے زیادہ ہے۔ مشرق بعید کی سیاست اور تجارت میں بحرالکاہل خاص اہمیت کا حامل ہے۔ امریکہ اور ایشیا کی تجارت اسی سمندر سے ہوتی ہے اور پہاڑوں کے ناقابل گذر سلسلہ کی وجہ سے یہی سمندر مشرق بعید کے ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاتا ہے۔ معمولی سفر کے لئے بھی خشکی کے راستہ کے مقابلہ میں بحری سفر کو عموماً ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً وسطی چین کا مرکز ہانکو سمندر سے ایک ہزار میل دور ہے لیکن اگر کوئی شخص ہندوستان سے وہاں تک جانا چاہے تو وہ سمندر ہی کی طرف سے جائے گا کیونکہ پہاڑوں کی وجہ سے ہندوستان سے ہانکو تک خشکی کا راستہ نہیں ہے۔

بحرالکاہل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے اہم بحری اور فضائی مرکزوں کے مابین بہت کافی فاصلہ ہے۔ مثلاً آسٹریلیا کا بندرگاہ ڈارون، سنگاپور سے ۲۰۹۰ میل پر واقع ہے۔ سنگاپور سے ہانگ کانگ تک ۱۴۴۰ میل کا فاصلہ ہے۔ ڈارون سے ہانگ کانگ تک ۲۵۱۲ میل ہے۔ ہانگ کانگ اور جنوبی جاپان کا بندرگاہ یوکوہاما ایک دوسرے سے ۲۵۱۲ میل پر واقع ہیں۔ یوکوہاما سے امریکی بندرگاہ سین فرانسسکو تک ۴۵۰۰ میل کی مسافت ہے۔

جاپان اس سمندر پر اپنا مکمل سیاسی اور تجارتی اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے وہ اس کے تمام اہم بحری اور فضائی مرکزوں کو اپنے قبضہ میں لانے کی فکر کر رہا ہے تاکہ اس کے ہوائی جہاز اور بحری جہاز زمانۂ امن میں یا جنگ چھڑ جانے کی صورت میں ان مرکزوں میں ٹھہر کر تیل وغیرہ حاصل کر سکیں۔ جاپان کے علاوہ بحر الکاہل کے ممالک سے امریکہ اور برطانیہ کا بھی خاص مفاد وابستہ ہے بحر الکاہل کے جنوب میں برطانیہ کی دو اہم نوآبادیاں آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ ہیں۔ بحر الکاہل ہی مشرق بعید سے ہندوستان تک پہونچنے کا سب سے آسان راستہ ہے اس لئے برطانیہ یہ نہیں چاہتا کہ جاپان مشرق بعید اور بحر الکاہل میں اپنا اقتدار قائم کر کے ہندوستان، آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کو خطرے میں ڈال دے اور مشرق بعید سے برطانیہ کی تجارت ختم کر دے۔ اسی وجہ سے برطانیہ نے ملایا اور سنگاپور وغیرہ میں کافی فوجیں انتظامات کر لئے ہیں۔ برطانیہ کے علاوہ مشرق بعید سے امریکہ کا بھی تجارتی تعلق ہے۔ امریکہ، جزائر شرق الہند سے اکثر خام پیداوار حاصل کرتا ہے۔ اسے خطرہ ہے کہ اگر جاپان مشرق بعید میں اسی طرح اپنی طاقت بڑھاتا رہا تو ایک دن وہ جزائر شرق الہند پر قبضہ کر کے امریکہ کو موخر الذکر کی خام پیداوار سے محروم کر دے گا۔ خیال کے ماتحت ہر ملک نے بحر الکاہل میں اپنے بحری اور فضائی مرکز قائم کر لئے ہیں جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

جاپان ۔ جزائر جاپان میں جو جاپانی بحری مرکز واقع ہیں، ان کے علاوہ کوریا میں راشن اور منچوکو میں بندرگاہ آرتھر جاپان کے اہم مرکز ہیں جہاں جاڑوں میں برف نہیں جمتی۔ سب سے پہلے روس نے بندرگاہ آرتھر پر قبضہ کرنا چاہا تھا مگر


برطانیہ کا ایک طیارہ بردار جہاز
آرک رائل

جاپان نے اس کی مخالفت کی اور روس اور جاپان میں جنگ چھڑ گئی۔ بعد میں جاپان نے بندرگاہ آرتھر پر قبضہ کر لیا۔ جاپان ان بحری مرکزوں سے روس کے بندرگاہ ولادی واسٹک اور زرد سمندر کی نگرانی کر سکتا ہے۔ فارموسا میں بھی جاپان کے بحری مرکز واقع ہیں۔ جزائر فلپائن کے مشرق میں جزائر پلیو اور سیپان جاپان کے خاص مرکز ہیں۔ جزائر جاپان کے جنوب میں بونن ایک اور جاپانی مرکز ہے۔ جنوبی چین میں ہنان بھی جاپان کا ایک بحری مرکز ہے۔ موجودہ جنگ میں جاپان نے فرانس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر فرانسیسی ہندی چین کے اہم مرکزوں پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا ہے۔ فرانس کے ہتھیار ڈالنے کے بعد پہلے تو اس نے فرانسیسی حکومت کی رضامندی سے ہیپ ہانگ اور ہنوائے کو اپنا بحری مرکز بنایا اور پھر سائیگون اور خلیج کیمران کے اہم بندرگاہوں کو بھی اپنے تسلط میں لے لیا۔

امریکہ امریکہ کے مغربی ساحل پر شمال سے جنوب تک متعدد بحری مرکز واقع ہیں۔ ان مرکزوں کے علاوہ بحرالکاہل میں بھی امریکہ نے کئی مرکز بنا لئے ہیں جن میں سب سے مضبوط جزائر ہوائی کا پرل ہاربر (موتی بندرگاہ) ہے۔ اس حصہ میں امریکہ کے قبضہ میں متعدد چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جنھیں امریکہ بتدریج مستحکم کر رہا ہے۔ پرل ہاربر جاپان سے ۳۵۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس سے کچھ اور مغرب میں ویک اور گوام کے امریکی مرکز ہیں۔ گوام کا مرکز جاپانی جزیروں کے جھنڈ میں ہے۔ جزائر فلپین میں امریکہ کا ایک خاص مرکز منیلا ہے۔ جنوبی بحرالکاہل میں سیموا بھی امریکی مرکز ہے۔

برطانیہ مشرق بعید میں سنگاپور برطانیہ کا سب سے بڑا فوجی اور بحری مستقر ہے۔ سنگاپور نہایت اہم جگہ واقع ہے اور مشرق بعید سے جو جہاز ہندوستان آتے ہیں وہ سنگاپور ہی کی طرف سے آتے ہیں۔ برطانیہ نے یہاں اپنا ایک زبردست بحری بیڑہ رکھ چھوڑا ہے اور ملایا میں فوجی انتظامات بھی مکمل کر لئے ہیں۔ سنگاپور کے علاوہ برطانیہ کے دوسرے مرکز ہانگ کانگ (چین میں) بندرگاہ ڈارون (آسٹریلیا میں) اور آکلینڈ (نیوزی لینڈ میں) ہیں۔

روس مشرق بعید میں روس کا اہم ترین بندرگاہ ولادی واسٹک ہے۔ جزائر شرق الہند کے بحری مرکز سرابیا اور امبوئنا کے بندرگاہ ہیں۔ فرانس کے پاس ہندی چین میں کئی بحری مرکز تھے مگر اب انھیں جاپان استعمال کر رہا ہے۔

بحرالکاہل میں جاپانی اقتدار کے اصل رقیب برطانیہ اور امریکہ ہیں۔ اگر جاپان نے مشرق ایشیا میں جنوب کی طرف پیشقدمی کی تو امریکہ اور امریکہ کے ساتھ ہی برطانیہ سے جنگ چھڑنا یقینی ہے۔ اگر امریکہ اور جاپان میں لڑائی چھڑ جائے تو وہ بہت دلچسپ لڑائی ہوگی۔ امریکہ اور جاپان کے ساحل ایک دوسرے سے ۴۷۵۰ میل پر واقع ہیں۔ اس لئے دونوں ملکوں میں خشکی کی لڑائی ناممکن ہے۔ یہ فاصلہ اسقدر طویل ہے کہ بڑے سے بڑے جہاز بھی ایک ملک سے دوسرے ملک تک لڑنے کے لئے نہیں جائیں گے۔ بحرالکاہل میں امریکہ اور جاپان کے جو بحری مرکز ہیں وہ بھی اتفاق سے ایک دوسرے

سے کافی دُور واقع ہوئے ہیں اس لئے اسکی بھی زیادہ اُمید نہیں کہ ان بحری مرکزوں پر گولہ باری کیجائے گی یا ایک ملک دوسرے ملک کے بحری مرکز پہ قبضہ کرسکے گا۔ امریکہ اور جاپان میں جنگ چھڑ جانے کی صورت میں اغلب گمان اسکا ہے کہ بحرالکاہل میں بھی اسی طرح بحری جنگ جاری رہیگی جس طرح بحراوقیانوس میں ہے۔ یعنی ایک فریق کے جنگی جہاز دوسرے فریق کے جنگی اور تجارتی جہازوں کی جستجو میں اِدھر اُدھر گھومتے رہیں گے اور جسے موقع ملیگا وہ اپنے دشمن کے جہازوں کو ڈبو دیگا۔ البتہ چونکہ برطانیہ اور جزائر شرق الہند کے بحری مرکز بحرالکاہل کے مغرب میں واقع ہیں اور امریکہ اور جاپان میں جنگ چھڑ جانے پر برطانیہ امریکہ کا حلیف ہو جائے گا اسلئے بحرالکاہل کی یہ بحری جنگ غالباً زیادہ تر اُسکے مغرب میں ہوگی لیکن اس لڑائی میں بھی جیت اسی فریق کو ہوگی جس کا بحری بیڑہ زیادہ مضبوط ہے اور چونکہ جاپان کے مقابلہ میں امریکہ اور برطانیہ دونوں صف آرا ہونگے اسلئے یہ یقین ہے کہ اتحادیوں کا بیڑہ زیادہ طاقتور ہوگا۔

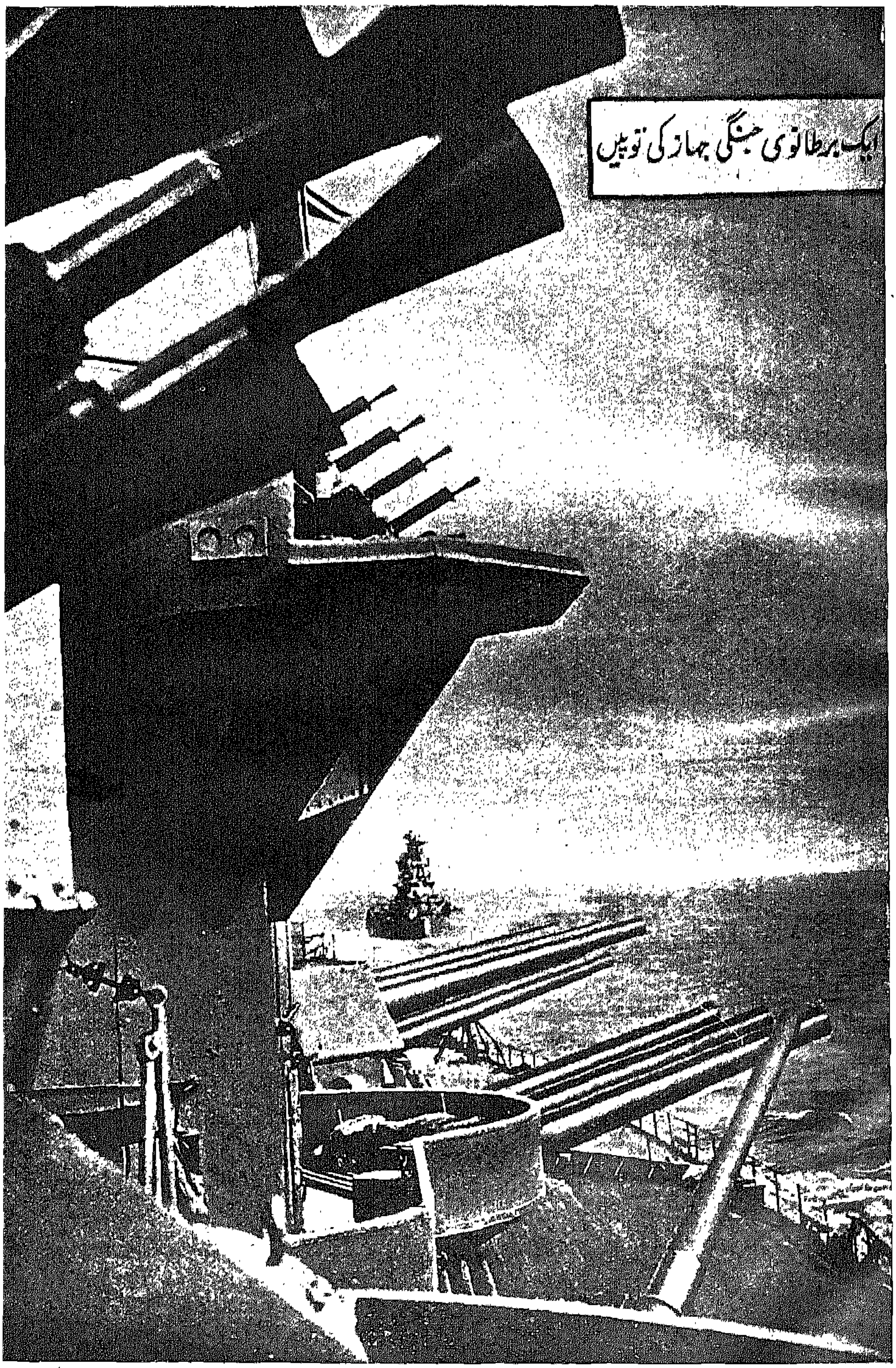
(۱۳)

جنگی جہازوں کی قسمیں

بلحاظ قدوقامت جنگی جہازوں کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔

جنگی جہاز (Battle ship) جنگی کروزر (Battle Cruiser) طیارہ بردار جہاز (Aircraft Carrier) کروزر (Cruiser) تباہ کن (Destroyer) اور آبدوز (Submarine)

جنگی جہاز سب سے بڑا اور مضبوط قسم کا جہاز ہوتا ہے۔ اسے بہت بڑی بڑی توپوں سے مسلح کیا جاتا ہے۔ جنگی جہاز کا مقابلہ وہی جہاز کرسکتا ہے جو اسی کی طرح طاقتور اور اتنا ہی مسلح ہو۔ برطانیہ کے پاس اس وقت دو جنگی جہاز موجود ہیں جنکے نام "نلسن" اور "روڈنے" ہیں۔ ان جہازوں کے علاوہ کئی اور جنگی جہاز تیار ہو چکے ہیں اور بعض عنقریب تیار ہونیوالے ہیں "نلسن" اور "روڈنے" جہازوں کا وزن ۳۵ — ۳۵ ہزار ٹن ہے۔ ان جہازوں میں ۱۶ — ۱۶ انچ کے دہانوں کی ۹-۹ توپیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ توپیں ایک ایک ٹن کا گولہ پھینکتی ہیں اور ان کی مار ۲۰ میل تک ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر جہاز کی تیاری میں دس کروڑ روپیہ صرف ہوا ہے۔ ہر جہاز میں ۱۴۰۰ جہاز ران ہوتے ہیں اور ۴۵ ہزار گھوڑوں کی طاقت کا انجن۔ ان کی رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ ہے۔ ان جہازوں کے دونوں کناروں پر چودہ انچہ کا موٹا لوہا لگا ہوا ہے اور تختوں پر بھی سوا چھ انچ موٹا لوہا لگا ہے تاکہ دشمن کے جہاز اگر ان پر گولہ باری کریں تو جہاز کو نقصان نہ پہونچے۔



ایک برطانوی جنگی جہاز کی توپیں

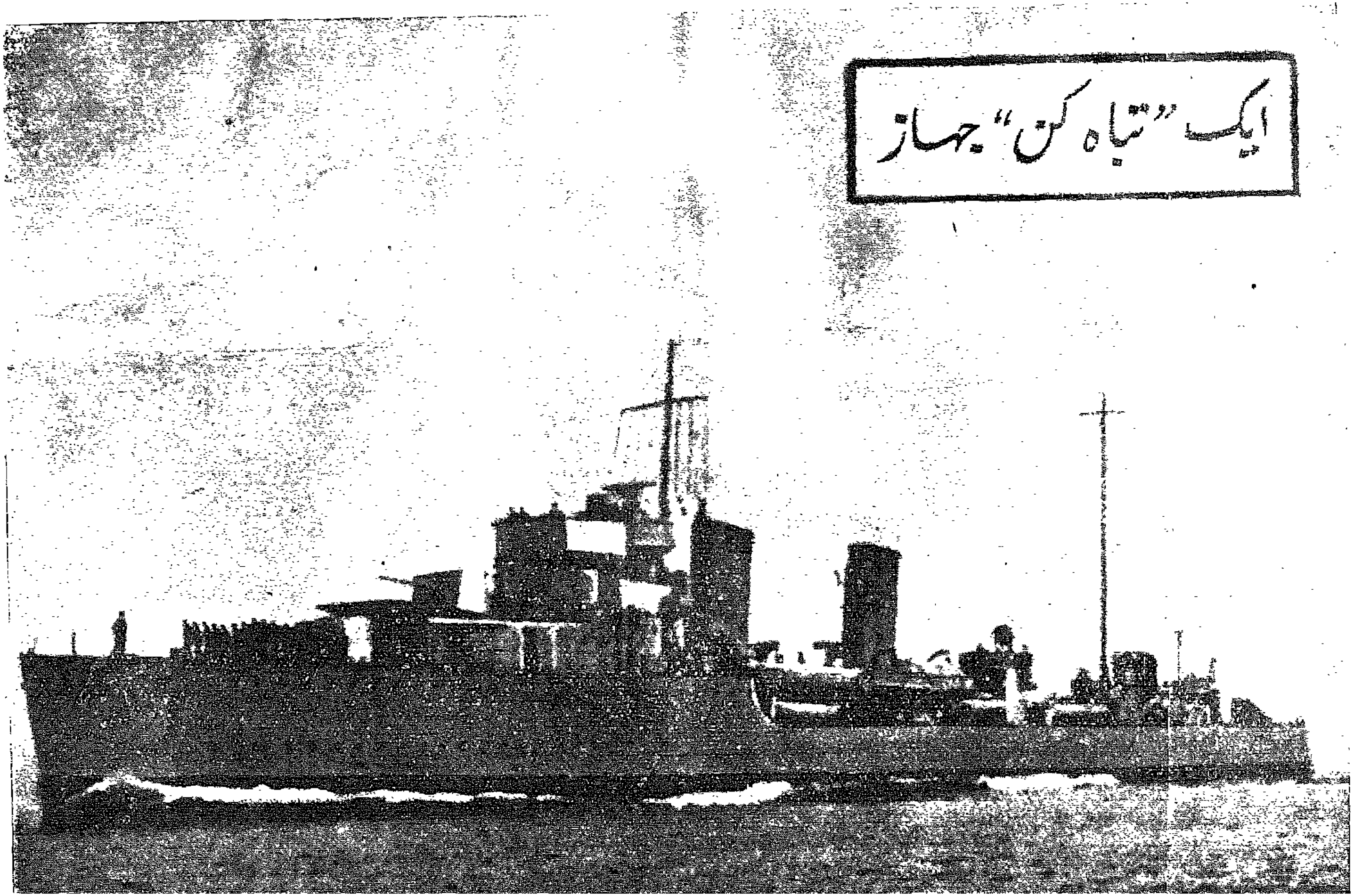
جنگی کروزر بھی جنگی جہاز کی طرح طاقتور ہوتا ہے۔ البتہ اسے لوہے کی چادروں سے محفوظ نہیں کیا جاتا مگر اس کی رفتار جنگی جہاز سے زیادہ ہوتی ہے۔ جب دو بحری بیڑوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو جنگی کروزر کا خاص کام اپنے سے چھوٹے جہازوں کو تباہ کر کے اور دشمن کے بیڑہ کی طاقت کا اندازہ لگا کر اپنے کپتان اعلیٰ کو صورت حال سے مطلع کرنا ہوتا ہے۔

طیارہ بردار جہاز ایک قسم کا بڑا جہاز ہوتا ہے جس کے اوپر کا تختہ بالکل ہموار ہوتا ہے۔ اس تختہ پر ہوائی جہاز اتر بھی سکتا ہے اور وہاں سے اڑ بھی سکتا ہے گو اتنی آسانی کے ساتھ نہیں جتنی کہ زمین سے۔ طیارہ بردار جہاز کو دشمن کی گولہ باری سے ہر وقت خطرہ لاحق رہ سکتا ہے اس لئے کہ نہ تو اس میں لوہے کی چادریں لگائی جاتی ہیں نہ اسے اچھی طرح سے مسلح کیا جاتا ہے۔ رفتار اس کی ضرور زیادہ ہوتی ہے اور طیارہ شکن توپیں بھی نصب ہوتی ہیں۔ اسکے علاوہ خود اس کے ہوائی جہاز اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

کروزر ہلکے قسم کے لڑنے والے جہاز ہوتے ہیں۔ میثاق واشنگٹن کی رو سے ان پر ۸ انچ کے دہانوں سے زیادہ بڑی توپیں نہیں نصب کی جاسکتی ہیں اور نہ ان کا وزن دس ہزار ٹن سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ برطانیہ نے کئی قسم کے کروزر تیار کئے ہیں یہ کروزر بحری جنگ میں بھی حصہ لیتے ہیں اور تجارتی جہازوں کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تین برطانوی کروزر ہی تھے جنھوں نے جرمنی کے مشہور جیبی جہاز ”گراف اسپے“ کو بُری طرح شکست دی تھی۔

تباہ کن جہاز کروزر سے بھی ہلکا ہوتا ہے۔ عام طور سے ان جہازوں کا وزن تقریباً ۱۳۰۰ ٹن ہوتا ہے اور رفتار ۴۰ ـ ۴۵ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے یہ جہاز خاص طور سے آبدوزوں کو تباہ کرنے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اسی وجہ سے ان کی رفتار بھی بہت تیز ہوتی ہے۔ اگر آبدوز دور سے دکھائی پڑتی ہے تو تباہ کن اس کا تعاقب کرتا ہے اور اپنے گولوں سے اسے تباہ کر دیتا ہے۔ تباہ کن جہازوں میں آٹھ دس تارپیڈو بھی ہوتے ہیں۔ جب وہ بحری بیڑہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو سب جہازوں کے آگے چلتے ہیں اور دشمن کے جہازوں کو تارپیڈو (یعنی آبی بم کا گولہ) مارتے رہتے ہیں۔ اکثر یہ جہاز دھوئیں کے بادل بھی بناتے ہیں تاکہ ان کے پیچھے جو بیڑہ ہوتا ہے وہ اندھیرے میں دشمن کو نہ دکھائی پڑے۔

آبدوز یا تحت البحر کا ذکر اخبار میں اکثر آتا رہتا ہے۔ اس کی شکل سگار کی طرح ہوتی ہے۔ آبدوز سطح سمندر پر بھی چل سکتی ہے اور سمندر کے نیچے بھی۔ اس میں دو انجن ہوتے ہیں۔ ایک انجن تو اس وقت چلتا ہے جب آبدوز سطح سمندر پر چل رہی ہو اور دوسرا انجن اس وقت جب آبدوز سمندر کے نیچے ہو۔ آبدوز میں ایک اونچی سی نلکی بھی ہوتی ہے جس کے سرے پر ایک قسم کا شیشہ لگا رہتا ہے۔ جب آبدوز سمندر کے نیچے ہوتی ہے تو وہ نلکی اور شیشہ سمندر کی سطح کے اوپر رہتا ہے اور جو جہاز دور سے آتا ہوتا ہے اس کا عکس اس شیشہ پر پڑتا ہے۔ اس شیشہ کا عکس ایک اور شیشہ پر پڑتا ہے جو آبدوز کے اندر ہوتا ہے۔ اس طرح سے آبدوز کے اندر بیٹھنے والے کو آنیوالے جہاز کا



ایک ”تباہ کن“ جہاز

حال معلوم ہو جاتا ہے۔ آبدوز کے اندر تارپیڈو رکھنے کا ایک خانہ ہوتا ہے۔ جب جہاز آبدوز کے قریب آتا ہے تو پانی کے نیچے ہی سے تارپیڈو اس کی طرف پھینکا جاتا ہے اور جب تارپیڈو جہاز سے ٹکراتا ہے تو جہاز ٹوٹ کر سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

(۱۴)

بحری بیڑہ کے اسلحہ

بحری جہازوں کا خاص حربہ اُن کی توپیں ہیں جن سے دشمن کے ملک کے ساحل اور جہازوں پر گولہ باری کی جاتی ہے۔ انگلستان کے جنگی جہازوں پر سب سے پہلے ۱۳۲۶ء میں توپیں نصب کی گئی تھیں مگر تقریباً ۵۰۰ برس تک ان میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ اس دوران میں توپوں میں اُن کی نال کی طرف سے گولہ بارود بھرا جاتا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں توپ کے ٹھوس گولے کے بجائے پھٹنے والا گولہ استعمال کیا جانے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد نال میں چکردار نالیاں بنا دی گئیں جن کی وجہ سے گولہ نال کے اندر سے چکر کھاتا ہوا نکلنے لگا اور اُس کی زد بھی بڑھ گئی۔ اس کے بعد معمولی بارود کے بجائے بے دھوئیں کا بارود کام میں لایا جانے لگا معمولی بارود توپ داغتے وقت زور سے پھٹتا ہے اور گولہ کو باہر نکال دیتا ہے مگر بے دھواں بارود جلنے لگتا ہے اور اُس کے جلتے ہی نال کے اندر گیس پیدا ہونا شروع ہوتی ہے۔ جو گولے کو بہت زور سے دھکا دے کر باہر نکالتی ہے۔ گیس کا دھکا معمولی بارود کے دھکے سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

توپیں مختلف سائز کی ہوتی ہیں لیکن ابھی تک ۱۸ انچ کے دہانہ سے زیادہ بڑی توپ نہیں بنائی گئی ہے۔ ۱۸ انچ یا ۱۵ انچ یا ۱۴ انچ کے دہانہ کی توپ سے یہ مطلب ہے کہ اس کی نال کا قطر ۱۸ یا ۱۵ یا ۱۴ انچ ہے اور اس کا گولہ بھی اتنے ہی انچ چوڑا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم سے لے کر اس وقت تک ۱۶ انچ

دہانہ کی توپ سے بڑی کوئی توپ نہیں استعمال ہوئی ہے۔ برطانیہ کے سب سے بڑے جنگی جہاز "نلسن" اور "روڈنے" کی توپوں کا دہانہ بھی ۱۶ انچ ہے۔ ان توپوں کا وزن ۱۰۵ ٹن (تقریباً تین ہزار من) ہوتا ہے اور طول ۶۵ فٹ۔ ان کے گولوں کا وزن ایک ٹن یا تقریباً ۲۸ من ہوتا ہے اور اُن کی مار ۱۰ میل تک ہوتی ہے۔ سولہ انچ دہانہ کی توپیں سب سے بڑے جہازوں پر چڑھائی جاتی ہیں۔ جنگی کروزروں پر عموماً ۱۵ انچی دہانہ کی توپیں ہوتی ہیں۔ بھاری کروزروں پر ۸ انچی، ہلکے کروزروں پر ۶ انچی، اور تباہ کن پر ساڑھے چار انچی۔

(۱۵)

بحری جنگ کیسے لڑی جاتی ہے

موجودہ زمانہ کی بحری جنگ کمالات سائنس کی اپنی آپ مثال ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقابلہ کرنے والے دو جہازوں کے مابین بیس میل کا فاصلہ ہوتا ہے اور یا تو دونوں جہازوں کو ایک دوسرے کا صرف مستول نظر آتا ہے اور یا وہ نگاہوں سے بالکل اوجھل ہوتے ہیں۔ پھر بھی دونوں ایک دوسرے پر گولہ باری کرتے ہیں اور نشانہ بھی ٹھیک بیٹھتا ہے۔

مثال کے طور پر دو جنگی جہازوں کے بحری معرکہ کا تصور کیجئے۔ بڑا جنگی جہاز تقریباً ۶۰۰ فیٹ لانبا اور تقریباً ۹۰ فیٹ چوڑا ہوتا ہے۔ اسکی توپیں بھی بڑے دہانہ کی ہوتی ہیں مگر جب ایک جہاز کا دوسرے جہاز سے مقابلہ ہوتا ہے تو توپوں کا بڑا ہونا اتنا زیادہ کارآمد نہیں ثابت ہوتا جتنا عمدہ نشانہ بازی سے کام چلتا ہے۔ آمنا سامنا ہونے کے بعد یا یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ دشمن کا جہاز اتنے میل کے فاصلہ پر ہے، طرفین کے جہاز گولہ باری کرنے کے لئے پہلے اپنی سمت ٹھیک کرتے ہیں۔ سمت ٹھیک کرنے میں کبھی کبھی گھنٹوں لگ جاتے ہیں اور اس اثنا میں دونوں جہاز ایک دوسرے پر فائر نہیں کرتے یا اگر فائر کرتے ہیں تو کافی وقفہ کے بعد۔ دشمن کے جہاز کا پتہ چلنے کے ساتھ ہی سارے جہازراں اپنے اپنے کام پر لگ جاتے ہیں۔ جہاز کا تختہ بالکل

صاف کر دیا جاتا ہے تاکہ توپوں کے سامنے کوئی چیز نہ رہنے پائے۔ آگ بجھانے والی ربر کی نلکیاں باہر نکال لیجاتی ہیں تاکہ اگر دشمن کے کسی گولہ سے اپنے جہاز میں کہیں آگ لگ جائے تو اسے فوراً بجھا دیا جائے۔ لوہے کی چادریں تیار رہتی ہیں کہ اگر دشمن کا گولہ جہاز کے کسی حصہ میں سوراخ کر دے تو وہاں لوہے کی چادر رکھدی جائے۔ جہاز کے بڑھئی اور اس کے افسر اپنے اوزار لئے مستعد کھڑے رہتے ہیں کہ اگر جہاز میں لکڑی کا کوئی حصہ ٹوٹے تو اسے فوراً درست کر دیا جائے۔ غرضکہ ہر شخص اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے اپنی جگہ پر آجاتا ہے۔

دشمن کے جہاز کا پتہ لگانے کے لئے کبھی کبھی بحری جہاز کا ہوائی دستہ فضا میں پرواز کرتا رہتا ہے لیکن جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے یہ ضروری نہیں کہ جب تک ہوائی جہاز کی مدد سے دشمن کے جہاز کا حال نہ معلوم ہو اسوقت تک مقابلہ بھی نہ کیا جائے محض مستول دیکھ کر دو جہاز ایک دوسرے پر گولہ باری کرتے ہیں۔

بہر حال جب مقابلہ کے لئے سمت وغیرہ ٹھیک کر لیجاتی ہے تو جہاز کا کپتان ہوا کی رفتار، اپنے اور دشمن کے جہاز کی رفتار، پارۂ حرارت، دھوپ کی تیزی وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے (ہوا کی رفتار اور پارۂ حرارت وغیرہ معلوم کرنے کا اسٹاف ہر جہاز میں ہوتا ہے) اور یہ سب معلومات حاصل کرنے اور اپنا حساب لگانے کے بعد کپتان، دوسرے جہاز پر گولہ باری کرنیکا حکم دیتا ہے حکم ملنے کے ساتھ ہی جہاز کے توپچی گولہ باری شروع کر دیتے ہیں

لیکن چونکہ فضا کے بالائی طبقہ میں ہوا کی رفتار کا بالکل صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا اسلئے پہلی مرتبہ جو گولے پھینکے جاتے ہیں وہ عموماً ہوا میں اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں اور نشانہ پر نہیں بیٹھتے ہیں۔ جب ایک مرتبہ گولہ باری ہو چکتی ہے تو دوربین اور دوسرے آلوں کی مدد سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اپنے گولے دشمن کے جہاز سے کتنے فاصلہ پر اور کس سمت کیطرف گرے۔

یہ اندازہ لگانے کے بعد توپچیوں کو پھر ہدایت کی جاتی ہے اور وہ دوسری مرتبہ نشانہ لگاتے ہیں اگر اب کی حساب صحیح لگا ہوتا ہے تو گولے ٹھیک اپنے نشانہ پر پڑتے ہیں۔ ایک جہاز دوسرے جہاز پر بہ یک وقت ایک توپ سے بھی حملہ کرتا ہے اور کئی توپوں سے بھی لیکن کئی توپوں سے حملہ میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے کیونکہ جب بہ یک وقت مقابل جہاز پر کئی گولے گرتے ہیں تو ان سے بہ نسبت ایک گولہ کے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

بحری معرکہ کے دوران میں کسی ایک جہاز کی مدد کے لئے ہوائی جہاز یا آبدوز کشتیاں بھی پہونچ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب دوسرا جہاز اسوجہ سے یا کسی اور وجہ سے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہیں دیکھتا یا اسے کچھ نقصان پہونچ جاتا ہے اور لڑنے کے قابل نہیں رہ جاتا تو اسقدر دھواں نکالتا ہے کہ سوائے اس دھوئیں کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور اس اندھیرے میں وہ بھاگ جاتا ہے۔

ص - ا - ع

۳۵۳۰۶

DUE DATE

Date	No.	Date	No.